بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

رجسٹرڈ ای پی نمبر ۸۶۱

شرح چندہ سالانہ چھ روپے

فی پرچہ ۲/۰

ہفت روزہ

بدر

قادیان

ایڈیٹر:- برکات احمد راجیکی

اسسٹنٹ ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

تواریخ اشاعت:- ۷ - ۱۴ - ۲۱ - ۲۸

جلد ۱ | ۲۱ ماہ وفا ۱۳۳۱ ہش - ۲۸ شوال ۱۳۷۱ھ مطابق ۲۱ جولائی ۱۹۵۲ء | نمبر ۱۹

وابستگی مولیٰ کا انکشاف

از سیدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سنانے والے افسانے ہما کے! ... کبھی دیکھے بھی ہیں بندے خدا کے

نہ واپس آیا دل اُس در پہ جا کے ... وہیں بیٹھا رہا دھونی رما کے

بھٹکتے پھر رہے ہو سب جہاں میں ... لیا کیا تم نے دلبر کو بھلا کے؟

درِ مے خانہ پاکر بند اے شیخ! ... چلے ہیں آپ بھی گھر کو خدا کے!

یہ تم کو ہو گیا کیا اہلِ ملت ... نہیں کیا یاد وہ وعدے وفا کے

کیا کرتے ہیں ہم سیرِ دو عالم! ... کسی کو اپنے پہلو میں بٹھا کے

خدا ہی نے لگائی پار کشتی! ... اُٹھائے یوں ہی احسان ناخدا کے

مجھے دل گیر جب بھی دیکھتے ہیں ... بٹھا لیتے ہیں پاس اپنے بلا کے

کسی دن لے کے چھوڑیں گے وہ یہ مال ... بھلا رکھو گے کب تک دل چھپا کے

جو پھر نکلو تو جو چاہو سو کہنا ... ذرا دیکھو تو اس محفل میں آ کے

جنہوں نے ہوش مے خانہ میں کھوئے ... وہ کیا لیں گے بھلا مسجد میں جا کے

یزیدی شان کے مالک ادھر آ ... مناظر دیکھتا جا کربلا کے

مرے کانوں میں آوازیں خدا کی ... ترے کانوں میں ایٹم بم کے دھما کے

مری امید وابستہ فلک سے! ... تری نظروں میں اس دنیا کے خاکے

ملا مجھ کو نہ کچھ دنیا میں آ کے ... نہ تو دیکھے گا راحت یاں سے جا کے

قادیان کے احمدیوں کے اہل و عیال کی واپسی

قابل توجہ گورنمنٹ

۱۹۴۷ء کے فسادات کے نتیجہ میں ہمیں بحالت مجبوری اپنی مستورات اور بچوں کو قادیان سے پاکستان بھجوانا پڑا۔ اس کے بعد کافی عرصہ تک قادیان اور ارد گرد کی فضا مکدر رہی۔ اور ہمارے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ اپنے اہل و عیال کو واپس قادیان میں لاکر محفوظ طور پر رکھ سکتے۔ ایک عرصہ کے بعد فضا کے سازگار ہونے پر بعض ذمہ دار افسران کے مشورہ سے ہم نے اپنے اہل و عیال کی واپسی کے لئے ۱۹۴۹ء کے وسط میں حکومت کو درخواست دی۔ ایک لمبی تگ و دو اور خط و کتابت کے بعد مئی ۱۹۵۰ء میں حکومت کی طرف سے یہ اطلاع ملی کہ قادیان کے احمدیوں کو اس شرط پر اہل و عیال کو واپس لانے کی اجازت دی جاتی ہے کہ ان کے پاس اس وقت جسقدر مکانات موجود ہیں اور جن میں صرف مرد ہی رہتے ہیں، ان کے علاوہ ان کو کوئی مزید مکانیت نہ دی جائے گی۔ اگرچہ یہ شرط ہمارے لئے تکلیف دہ تھی لیکن ہم نے اس شرط کو اس لئے قبول کر لیا کہ کم از کم جلد ہماری فیملیاں واپس آجائیں اور ہماری زندگیاں معمول پر آجائیں جو لمبے عرصہ کی جدائی کی وجہ سے بے حد مشکلات اور پریشانی کا باعث بنی ہوئی ہیں۔ حکومت کی طرف سے ایک شرط یہ بھی عائد کی گئی۔ کہ صرف بچوں اور عورتوں کو واپس لانے کی اجازت ہوگی۔ مرد خواہ بوڑھے اور ضعیف ہوں اور ان کی زندگی کا انحصار خواہ قادیان میں مقیم کسی درویش پر ہی کیوں نہ ہو ان کو واپسی کی اجازت نہ دی جائیگی۔

بہرحال ان شرائط کے باوجود بھی ہم نے حکومت کے حکم کا خیر مقدم کیا۔ اور افسران کو اس سے اطلاع دے دی۔ اس سے پہلے یعنی جنوری ۱۹۵۰ء میں ہندوستان کے اکثر اخبارات میں یہ اطلاع نشر ہوئی کہ قادیان کے احمدیوں کو ان کے اہل و عیال واپس لانے کی اجازت مل گئی ہے۔ لیکن باوجود اس کے ہمیں حکومت کی طرف سے اسوقت تک اطلاع نہ دی گئی۔ آخر ایک لمبی کوشش۔۔۔ اور خط و کتابت کے بعد ماہ مئی میں حکومت کی طرف سے مذکورہ بالا اطلاع مع شرائط کے دی گئی۔

اس اطلاع کے مطابق ڈپٹی ہائی کمشنر ہندوستان مقیم لاہور کو ہمارے اہل و عیال کی طرف سے پرمٹ کے لئے درخواستیں دی گئیں۔ لیکن انہوں نے بغیر حکومت ہند کی خاص منظوری کے پرمٹ بنوانے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ حکومت ہند سے خاص اجازت حاصل کرنے کے لئے بہت سی مزید تگ و دو کرنا پڑی۔ اور آخر ایک لمبا عرصہ کے بعد یعنی ۳۰ر جون ۱۹۵۱ء کو صرف ۱۲ خاندان پرمٹ حاصل کرکے قادیان واپس آسکے۔ بقیہ درخواستیں جو سرکاری ہدایات کے ماتحت باقاعدہ فارم 'C' پر بھجوائی گئی تھیں باوجود بار بار کے توجہ دلانے کے اور دہلی اور شملہ میں بھی بہت سے مصارف برداشت کرکے جانے کے ابھی تک زیر کارروائی ہیں اور ان پر کوئی فیصلہ باوجود اتنا لمبا عرصہ گزرنے کے نہیں کیا جاتا۔ اس کے نتیجہ میں ایک طرف قادیان میں مقیم دوست اپنے اہل و عیال کی لمبی جدائی اور غیر معمولی حالات میں زندگی بسر کرنے کی وجہ سے سخت تکلیف میں ہیں۔ اور دوسری طرف ان کے بیوی بچے بغیر نگرانی اور دیکھ بھال کے تکلیف و مصیبت کے دن کاٹ رہے ہیں۔ اور بہت سی خانگی الجھنیں پیدا ہو رہی ہیں۔ ہم حکومت ہند اور پنجاب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمارے اہل و عیال کی واپسی کے لئے جلد انتظام کرے تاکہ قادیان میں مقیم احمدی جو ہر طرح سے پُرامن اور وفادار ہیں اپنے مقدس مرکز میں آرام چین سے رہ سکیں۔ اس اہم معاملہ میں اسقدر تاخیر جو سالہا سال تک ممتد ہو کسی طرح بھی درست اور حکومت کی شان کے مطابق نہیں سمجھی جا سکتی۔

درخواست دعا و ضروری اعلان

خاکسار مع اہلیہ نیز بابو محمد رفیق صاحب مع اہلیہ حج بیت اللہ شریف کا ارادہ رکھتے ہیں۔ جولائی کے اخیر میں روانگی ہوگی اور ۱۲ یا ۱۳ر اگست کو روانہ ہونیوالے جہاز "اسلامی" یا "محمدی" کے ذریعہ عازم حجاز ہونگے انشاء اللہ تعالیٰ۔ دیگر عازمین احمدی احباب سے دعائے کامیابی کی درخواست ہے نیز یکجائی طور پر قیام و نماز باجماعت کا انتظام ہونا چاہیئے۔ اسکے لئے خاکسار کو بمبئی یا کلکتہ کے پتہ پر مطلع فرمادیں۔

خاکسار محمد شمس الدین امیر جماعت احمدیہ کلکتہ ۱۵ ینوٹنگر اروڈ کلکتہ ۱۵

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ نبوت

بقلم حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے مدظلہ العالی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ ظلی نبوت کا تھا یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اور آپؐ کے لائے ہوئے دین کی خدمت کے لئے آپؐ کے ظل اور بروز ہونے کی حیثیت میں نبوت کی خلعت پہنائی ہے۔ یہ دعویٰ بھی چونکہ موجودالوقت مسلمانوں کے معروف عقیدہ کے سخت خلاف تھا اور وہ مقدس بانیٔ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند قرار دیتے تھے۔ اس لئے اس دعویٰ پر بھی مخالفت کا بہت شور برپا ہوا اور آپ کے مخالفوں نے اسے ایک آڑ بنا کر آپ کو نعوذ باللہ اسلام دشمن اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کو مٹانے والا قرار دیا اور اب تک بھی آپ کا یہ دعویٰ مسلمانوں میں سب سے زیادہ ہیجان پیدا کرنے والا ثابت ہو رہا ہے۔ مگر یہ سب شور و غوغا محض جہالت اور تعصب کی بناء پر ہے ورنہ غور کیا جائے تو حضرت مسیح موعودؑ کے اس دعویٰ میں کوئی بات قرآن و حدیث کے خلاف نہیں بلکہ اس سے اسلام کی اکملیت اور آنحضرت صلعم کی شان کی بلندی کا ثبوت ملتا ہے۔

دراصل اس معاملہ میں سارا دھوکا اس بات سے لگا ہے کہ بدقسمتی سے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ ہر نبی کے لئے نئی شریعت کا لانا ضروری یا کم از کم یہ کہ ہر نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ سابقہ نبی کے روحانی فیض سے آزاد ہوکر براہ راست نبوت کا انعام حاصل کرے اور نبوت کی اس تعریف مان کر واقعی آنحضرت صلعم کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دروازہ کھلا رکھنا نہ صرف آنحضرت صلعم کی شان کے منافی ہے بلکہ اس سے اسلام کی اکملیت پر بھی سخت زد پڑتی ہے مگر حق یہ ہے کہ جیسا کہ اسوقت مسیح موعودؑ نے اپنی کتب میں دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے نبوت کی یہ تعریف ہرگز درست نہیں اور قرآن و حدیث دونوں اسے سختی کے ساتھ رد کرتے ہیں۔ اس کے مقابل پر نبی کی جو تعریف اسلامی تعلیم کی رُو سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص خدا تعالیٰ سے وحی پاکر دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہو۔ اور ایسے روحانی مقام پر پہنچ جاوے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کثرت سے کلام کرے اور اسے غیب کے امور پر کثرت کے ساتھ اطلاع دے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یہ تمام بدقسمتی اس دھوکے سے پیدا ہوئی ہے کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانیوالا ہو اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو شریعت کا لانا اس کیلئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔ پس ایک امتی کو ایسا نبی قرار دینے سے کوئی محذور لازم نہیں آتا بالخصوص اس حالت میں کہ وہ امتی اپنے نبی متبوع سے فیض پانیوالا ہو۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم)

اس تشریح کے ہوتے ہوئے جو قرآنی تعلیم کے مطابق ہے یہ اعتراض بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ نبوت کا دروازہ کھلا ماننے سے آنحضرت صلعم کی ہتک لازم آتی ہے یا یہ کہ اس سے قرآنی شریعت کو منسوخ قرار دینا پڑتا ہے بلکہ حق یہ ہے کہ ایسی نبوت کو جاری ماننے سے آنحضرت صلعم کی شان کی بلندی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ وہی افسر بڑا ہوتا ہے جس کے ماتحت بڑے ہوں اور وہی شخص کامل سمجھا جاتا ہے جس کا فیضان زیادہ وسیع ہو اور اس کی پیروی انسان کو اعلیٰ سے اعلیٰ انعامات کا حقدار بنا سکے۔ اگر حضرت مسیح موعودؑ یہ دعویٰ فرماتے کہ میرے آنے سے قرآنی شریعت منسوخ ہوگئی ہے یا یہ اعلان فرماتے کہ میں نے آنحضرت صلعم کے فیضان سے باہر ہوکر براہ راست نبوت کا انعام پایا ہے تو اس میں آنحضرت صلعم اور اسلام کی کسر شان سمجھی جا سکتی تھی۔ مگر جب کہ یہ دعویٰ ہی نہیں بلکہ دعویٰ صرف اس قدر ہے کہ مجھے خدا نے اسلام کی خدمت کے لئے اور آنحضرت صلعم کے فیضان کی برکت سے اور آپ کی اتباع اور غلامی میں نبوت کا منصب عطا کیا ہے تو ہر دانا شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ عقیدہ اسلام اور آنحضرت صلعم کی شان کو بڑھانے والا ہے نہ کہ کم کرنیوالا۔

باقی رہا یہ اعتراض کہ قرآن و حدیث نے آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا دروازہ کلی طور پر بند کیا ہے اس لئے خواہ اس لئے خواہ اس میں اسلام کی عزت ہو یا ہتک ہم بہرحال اس عقیدہ کے پابند ہیں تو اس کا یہ جواب ہے کہ یہ ہرگز درست نہیں کہ قرآن و حدیث نبوت کے دروازہ کو من کل الوجوہ بند کرتے ہیں بلکہ غور کیا جاوے تو جو دلیلیں نبوت کے بند ہونے کی قرآن و حدیث سے دی جاتی ہیں وہی اسے غلط ثابت کرتی ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ قرآن شریف میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین "(باقی صفحہ ۱۳ کالم نمبر ۳ دیکھو پر)"

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے چند تازہ رؤیا و کشوف

فرمودہ ۱۹؍جون ۱۹۵۲ء بمقام ربوہ

(مرتبہ:- مولوی محمد یعقوب صاحب فاضل)

(۱)

فرمایا:- سندھ جانے سے پہلے میں نے رویا میں دیکھا کہ

"میری ایک ڈاڑھ گر گئی ہے مگر وہ میرے ہاتھ میں ہے اور میں اسے دیکھ کر تعجب کرتا ہوں کہ وہ اتنی بڑی جسامت کی ہے کہ دو بڑی ڈاڑھوں کے برابر معلوم ہوتی ہے۔ میں خواب میں بہت حیران ہوتا ہوں کہ اتنی بڑی ڈاڑھ ہے۔ اسے دیکھتے دیکھتے میری آنکھ کھل گئی"۔

چونکہ ڈاڑھ گرنے کی تعبیر کسی بزرگ کی وفات ہوتی ہے اور چونکہ منذر خواب کا بیان کرنا منع آیا ہے۔ میں نے یہ رویا بیان نہیں کی۔ لیکن جب سندھ کے سفر میں حضرت ام المومنین کی بیماری کی خبریں آنی شروع ہوئیں تو اس رویا کی وجہ سے مجھے زیادہ تشویش ہوئی۔ اور گو ابتداءً ان کی بیماری کی خبریں ایسی تشویشناک نہیں تھیں لیکن اس رویا کی وجہ سے چونکہ مجھے تشویش تھی۔ میں نے انتظام کیا کہ روزانہ ان کی بیماری کے متعلق نظارت علیا کی طرف سے بھی اور میرے گھر کی طرف سے بھی الگ الگ تاریں پہنچ جایا کریں چنانچہ آخر میں وہی بات ثابت ہوئی کہ وہ مرض جسے پہلے معمولی ملیریا سمجھا گیا تھا۔ آخر ان کے لئے مہلک ثابت ہوئی۔

خواب میں جو ڈاڑھ کو دو ڈاڑھوں کے برابر دکھایا گیا ہے اس سے اس طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام المومنینؓ ہمارے اندر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بھی قائم مقام تھیں اور اپنی بھی قائم مقام تھیں۔ اور گو بظاہر وہ ایک نظر آتی تھیں۔ لیکن درحقیقت ان کا وجود دو کا قائم مقام تھا اللہ تعالیٰ اس خلا کو جو پیدا ہو گیا ہے اپنی رحمت اور فضل سے پُر کرے۔

(۲)

انہی ایام میں یا سندھ کے دنوں میں میں نے رویا دیکھا کہ

میں ہندوستان گیا ہوں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کی جماعتوں نے ہندوستان کی حکومت سے مل کر کوئی انتظام کیا ہوا ہے کہ مجھے چند دن کے لئے آنے کی اجازت دیں۔ جہاں میں گیا ہوں وہ قادیان نہیں ہے بلکہ وسط ہند کی کوئی جگہ ہے۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ اگر ان لوگوں نے میرے آنے کی اجازت لینی ہی تھی تو قادیان میں لیتے۔ میرے پوچھنے پر مجھے بتایا گیا کہ اس انتظام کی دو وجہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ مرکزی جگہ ہے۔ ہندوستان کی مختلف جماعتوں کے لوگ یہاں آ کر مل سکیں گے۔ اس بات کو سن کر مجھے خاص خوشی ہوئی اور فوراً خیال آیا کہ برادرم سیٹھ عبداللہ بھائی کو ملے ہوئے مدت ہوئی وہ یہاں آ کر ملاقات کر سکیں گے۔ دوسری بات انہوں نے یہ بتائی کہ اس ضلع کا یا اس شہر کا افسر کوئی احمدی ہے۔ یعنی ڈپٹی کمشنر یا سٹی مجسٹریٹ یا پولیس کا افسر یعنی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ یا سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ پس شہر یا ضلع کے افسر کے احمدی ہونے کی وجہ سے انتظام میں زیادہ سہولت رہے گی۔ جس جگہ پر ہمیں ٹھہرایا گیا ہے وہ بہت بڑی عمارت معلوم ہوتی ہے۔ بہت بڑے بڑے ہال ہیں۔ چنانچہ میں ایک چھت پر ہوں اور اردگرد بہت سے دوست ہیں۔ چھت ایک وسیع میدان کی طرح نظر آ رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہزاروں آدمیوں کے ٹھہرنے کے خیال سے وہ مکان لیا گیا ہے۔ وہ احمدی افسر جو اس جگہ پر ہیں وہ بھی مجھے نظر آئے اور میں نے ان سے باتیں کیں۔ قد ان کا چھوٹا ہے جسم موٹا تو نہیں لیکن گدرا ہے۔ مگر ان کے سر پر پگڑی ہندوانہ طرز کی ہے۔ جیسے مرہٹوں یا مارواڑیوں کی ہوتی ہے۔ میں اس وقت دل میں تکلیف محسوس کرتا ہوں کہ یہاں مسلمانوں کو تکلیفوں سے بچنے کے لئے اپنے لباس بھی بدلنے پڑے ہیں۔ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی"۔

یہ رویا غالباً سندھ سے واپس آنے کے بعد دیکھی تھی بلکہ شاید رمضان کے شروع کی یا اس کے قریب کی رویاء ہے۔

(۳)

"میں نے دیکھا کہ ہم قادیان ہیں۔ صرف چند گھنٹوں کے لئے گئے ہیں۔ پھر ہم نے واپس آنا ہے

میں گھر سے باہر دوستوں سے ملاقات کر کے جلدی سے اندر آیا ہوں تا کہ ہم روانہ ہو جائیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قادیان میں ریل نہیں بلکہ وہی پرانا زمانہ ہے۔ جب بٹالہ سے ریل پر سوار ہونا پڑتا تھا۔ میں جب اس مکان کے پاس پہنچا۔ جس کو گول کمرہ کہتے ہیں۔ اور جو موجودہ دفتر سے پہلے میرا دفتر ہوا کرتا تھا۔ تو میں نے دیکھا کہ وہاں کمرے کے پاس کی کوٹھڑی میں چھوٹی چھوٹی چوکیاں لگی ہوئی ہیں۔ اور ان پر چائے کا سامان کیک اور پیسٹریاں وغیرہ پُر تکلف سامان پڑا ہے۔ میں خیال کرتا ہوں۔ کہ یہاں ہمارے گھر کے لوگوں کو ناشتہ کروایا گیا ہے مگر میں نے وہاں آدمی کوئی نہیں دیکھا۔ کھانے کی چیزیں بہت سی پڑی ہیں لیکن پیالیاں وغیرہ مستعمل معلوم ہوتی ہیں۔ جیسا کہ لوگ ناشتہ کر چکے ہیں۔ میں فوراً اس کمرہ سے نکل کر مسجد مبارک کی سیڑھیوں پر چڑھ کر گھر میں گیا ہوں۔ وہاں جا کر میں نے سب لوگوں سے کہا کہ دیر ہو گئی ہے تو کہنے کو تین بجے کہا اتنے بج گئے ہیں۔ بٹالہ میں ہم نے جا کر گاڑی پر سوار ہونا ہے اور تم لوگ دیر کر رہے ہو۔ اس پر انہوں نے تیاری شروع کی۔ میں نے ان سے پوچھا۔ کہ کیا جانے کے لئے سواریوں کا بھی انتظام ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ چھ رتھیں ہم نے تیار کی ہیں۔ میں نے کہا کہ رتھ تو تین سے پانچ گھنٹے تک پہنچتی ہے۔ اس سواری پر تو رات ہو جائے گی۔ مگر انہوں نے کہا کہ یہی رتھیں ہماری پرانی موجود تھیں۔ انہیں میں ہم نے انتظام کیا ہے۔ گویا خواب میں سمجھتا ہوں۔ کہ جب ہم قادیان میں ہوتے تھے۔ تو ہماری بہت سی رتھیں ہوتی تھیں۔ گو ظاہر میں ایسا نہیں تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے وقت ایک رتھ ہمارے گھر میں تھی۔ بعد میں وہ بھی فروخت کر دی گئی تھی۔

(۴)

۲۲-۲۳؍اپریل کی درمیانی شب کو میں نے رویا میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا ہال ہے اس میں حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی چارپائی ہے۔ ہال کے درمیان میں یعنی اس کی دیواروں سے ہٹ کر چارپائی رکھی ہوئی ہے۔ پائنتی کی طرف میاں بشیر احمد صاحب بیٹھے ہیں۔ اور سامنے فرش پر کچھ اور عورتیں بیٹھی ہیں۔ میں کمرے میں داخل ہوا۔ تو میں نے دیکھا کہ ان کی طبیعت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ بیماری نہیں صرف ضعف ہے۔ اس لئے وہ لیٹی ہوئی ہیں۔ اور اوپر کمبل اوڑھا ہوا ہے۔ میں جب داخل ہوا تو کسی شخص نے جو نظر نہیں آتا۔ کہ وہ کون ہے یا کوئی فرشتہ یا روح ہے۔ آپ کو مخاطب کر کے اور میری طرف اشارہ کر کے یہ الفاظ کہے کہ

"آپ کو ایک ایسا بیٹا ملا ہے جو روحانی آسمان پر ستارہ بن کر ایسا چمک رہا ہے۔ کہ کوئی ایسا کیا چمکے گا"۔

اسکے بعد حضرت ام المومنینؓ میری طرف مخاطب ہوئیں اور کہا بس۔ بس کے لفظ کے آگے انہوں نے کچھ نہیں کہا لیکن اس وقت میں سمجھتا ہوں کہ بس کا لفظ دو طرح استعمال ہوتا ہے۔ ایک بات کے خاتمہ پر اور ایک بات کے ابتدا میں۔ تو یہ بس جو انہوں نے استعمال کیا ہے۔ وہ بات کے خاتمہ کا نہیں۔ جیسے بات کرتے ہوئے کہتے ہیں بس بلکہ یہ بس وہ ہے۔ جو ابتدا میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں "بس بات تو یہ ہے کہ" اس بس کے معنی خلاصۂ کلام کے ہوتے ہیں۔ خاتمۂ کلام کے نہیں ہوتے۔ تو میں ذہن میں یہی سمجھتا ہوں کہ یہ بس خلاصۂ کلام کے معنوں میں ہے۔ خاتمۂ کلام کے معنوں میں نہیں۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی"۔

آج کل احرار وغیرہ چونکہ شور مچاتے رہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس رویاء کو بھی کوئی

غلط رنگ دے کر

وہ لوگوں کے سامنے پیش کریں۔ اس لئے میں ایسے بے دینوں کیلئے نہیں کیونکہ ان کے اندر سے حیا اور شرم بالکل جاتی رہی ہے بلکہ صرف شریف لوگوں کے لئے کہتا ہوں۔ کہ یہ جو الفاظ ہیں کہ کوئی ایسا کیا چمکے گا۔ اس میں ستاروں کی طرف اشارہ ہے کوئی خبیث الفطرت آدمی اس کو رباقی صفحہ کالم نمبر

(باقی صفحہ ... کالم نمبر ...)

خطبہ جمعہ

ہر مصیبت ہر خوف اور ہر حملہ تمہاری طاقت میں اضافہ کا موجب ہونا چاہیئے

جب قومیں اپنے اٹھان کے وقت میں ہوتی ہیں تو ہر تغیر ان کے لئے نیک نتیجہ پیدا کیا کرتا ہے

از سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۷ جون ۱۹۵۲ء بمقام ربوہ

مرتبہ:- مولوی سلطان احمد صاحب پیر کوٹی

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

موسم کی تبدیلی کے ساتھ دو تین دن سے مجھے

دورانِ سر کی تکلیف

ہے۔ انسان جب ضعف کی طرف جاتا ہے تو ہر تغیر اس کے لئے تکلیف دہ ہی ہوا کرتا ہے۔ جب جھلسنے والی گرمی پڑتی تھی تو میں گھر میں کہا کرتا تھا کہ اصل تکلیف دہ تو یہ گرمی ہے۔ جب برساتی ہوا چلنے لگ جائے گی تو انسان گرمی کو برداشت کرنے لگ جائے گا لیکن جب برساتی ہوا چلنے لگی۔ تو معلوم ہوا کہ میرے لئے یہ موسم بھی خطرناک ہے حقیقت یہ ہے کہ جب صحت کا توازن بگڑ جاتا ہے تو ہر چیز اس کے لئے بری بن جاتی ہے۔ بہرحال انسان نے

کام کرنا ہے

وہ خواہ کسی حالت میں ہو اسے اپنا فرض ادا کرنا ہے ایک ایسے شخص کیلئے جو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتا ہے۔ اس کے لئے ایسا کرنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ اور اس حالت کو نظرانداز کرنا یا تکلیف کی حس کو کم کرنا اس کا فرض ہوتا ہے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

کسی کی شب ہجر روتے کٹے ہے
کسی کی شبِ وصل سوتے کٹے ہے
ہماری یہ شب کیسی شب ہے الٰہی
نہ روتے کٹے ہے نہ سوتے کٹے ہے

یعنی کوئی مجبور ایسا ہوتا ہے جو اپنے محبوب دور ہوتا ہے وہ اس کی یاد میں رو رو کر رات کاٹ دیتا ہے اور کسی کو اپنے محبوب کا قرب اور وصال حاصل ہوتا ہے تو وہ خوشی میں سو سو کر اپنی رات گذار دیتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ میری شب ہجر کیسی ہے کہ نہ تو یہ سوتے کٹتی ہے اور نہ روتے کٹتی ہے۔ اسی طرح جب انسان کی صحت گر جاتی ہے اور اس کی عمر تنزل کی طرف جاتی ہے تو اس کے لئے درحقیقت کسی تبدیلی سے کسی اچھے امکان کا پیدا ہونا ناممکن ہوتا ہے۔ جو تبدیلی بھی ہوتی ہے اس کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے۔ کیونکہ بیماری اس کے اندر ہوتی ہے اور وہ

ظاہری تغیرات پر

قیاس کرتا ہے کہ شاید کسی نہ کسی تغیر پر وہ صحت کی طرف قدم اٹھانے لگ جائے لیکن ہر ظاہری تغیر اس کے لئے تکلیف کا موجب ہوتا ہے۔

جو قانون انسانی جسم کے متعلق جاری ہے وہی قانون قوموں کے متعلق بھی پایا جاتا ہے۔ جب قومیں تندرست ہوتی ہیں جب قومیں اپنے اٹھان کے وقت میں ہوتی ہیں تو ہر تغیر ان کے لئے نیک نتیجہ پیدا کرتا ہے اگر ان کا دشمن بھاگتا ہے تب بھی وہ جیتتی ہیں۔ اور اگر ان کا دشمن حملہ کرتا ہے تب بھی وہ جیتتی ہیں۔ غرض کوئی تغیر ان کے لئے تکلیف کا موجب نہیں ہوتا۔ دوسرے لوگ جب ان کے دشمن جمع ہوتے ہیں یا مخالف ان پر حملہ کے لئے تیار ہوتے ہیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک مصیبت اور ابتلا ہے۔ لیکن قرآن کریم صحابہ کے متعلق فرماتا ہے۔ کہ جب

جنگ احزاب کے موقعہ پر

چاروں طرف سے دشمن مدینہ پر چڑھ آئے۔ جب اندر کے دوست بھی دشمن سے مل گئے اور باہر والے غیر متعلق لوگ بھی دشمن کے ساتھ مل گئے اور مسلمان اس حد تک خطرات میں گھر گئے۔ کہ منافق جیسے بزدل لوگوں نے یہ بھی کہنا شروع کر دیا کہ نکلے تھے دنیا کو فتح کرنے لیکن اب انہیں پاخانہ کرنے کو بھی جگہ نہیں ملتی تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ مومن اس وقت اپنے ایمان میں اور بھی بڑھ گئے اور ان کی خوشی اور ترقی کر گئی اور وہ کہنے لگے کہ یہ مصائب تو وہ ہیں جن کی خدا تعالیٰ نے ہمیں پہلے سے خبر دے رکھی تھی۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں پہلے سے بتا دیا تھا کہ لوگ ہمیں تباہ کرنے اور مٹانے کے لئے اکٹھے ہو جائیں گے

قرآن کریم کی یہ پیشگوئی

کس طرح سچی ثابت ہوئی ہے۔ غرض بجائے اس کے کہ دشمن کا اجتماع اور اتحاد اور اس کا حملہ مومنوں کے دلوں کو کمزور کرتا یہ سن کر ان کے دل اور بھی مضبوط ہو گئے۔ بجائے اس کے ان کے ایمان متزلزل ہوتے وہ اور مضبوط ہو گئے۔ اسلام پر یہ دن جوانی کے تھے۔ ہر چیز ہر مصیبت اور ہر ابتلاء جو ان پر آتا تھا مسلمان اُسے ہضم کر جاتے تھے اور وہ ان کے لئے ایمان میں ترقی کا موجب ہوتا تھا۔ پھر اسلام پر تنزل کا وقت آیا تو ہر مصیبت ہر ابتلاء جو ان پر آیا وہ ان کی کمزوری کا موجب ہوا۔ یا تو ہر مصیبت اور ابتلاء ان کے ایمانوں کو بڑھا دیتا تھا اور یا پھر اسلام کے اضمحلال کے زمانہ میں ہر مصیبت جو اسلام پر آئی وہ مسلمانوں کے لئے نقصان کا موجب ہوئی۔ جب اسلام ظاہر ہوا عیسائیت زوروں پر تھی۔ اسلام کے ظہور کے قریب ترین زمانہ میں بلکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہی عیسائیوں کو

ایک عظیم الشان سلطنت

پر فتح حاصل ہوئی تھی یعنی روم نے ایران کو شکست دی تھی۔ اس طاقت اور قوت کے زمانہ میں اسلام اٹھا پھیلا اور روم کی سلطنت سے ٹکرایا اور رومیوں کو ایک حد تک پیچھے دھکیل دیا لیکن ابھی دشمن موجود تھا۔ ابھی اسے طاقت اور تنظیم حاصل تھی۔ ابھی وہ دنیا میں زبردست طاقت سمجھی جاتی تھی۔ کہ مسلمانوں نے آپس میں لڑنا شروع کر دیا۔ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا۔ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں مسلمانوں کا ایک حصہ کھڑا ہو گیا۔ روم کے بادشاہ نے چاہا کہ وہ مسلمانوں کے اس تفرقہ سے فائدہ اٹھائے اور ان پر حملہ کر دے تا وہ اپنی کھوئی ہوئی طاقت کو دوبارہ حاصل کر سکے۔ جب بادشاہ روم کا مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ ہوا تو ایک پادری نے جو مسلمانوں کے علاقہ میں رہ چکا تھا۔ اور ان کی حالت سے واقف تھا بادشاہ کو کہا میں ایک بات کہنی چاہتا ہوں۔ اس کے بعد آپ جو چاہیں کریں۔ میں مسلمانوں کے علاقہ میں رہ چکا ہوں اور ان کے حالات قریب سے دیکھ چکا ہوں۔ وہ پادری عیسائی تھا مسلمان نہیں تھا۔ وہ بغض و کینہ میں دوسرے عیسائیوں سے کم نہیں تھا لیکن سیاسی لحاظ سے وہ سمجھتا تھا کہ مسلمانوں پر حملہ کرنا اچھا نہیں۔ اس نے مثال گندی دی لیکن

اس کے نقطۂ نگاہ سے

وہ مثال درست تھی۔ اس نے بادشاہ سے کہا آپ دو کتے بھیجئے اور ان کو کچھ بھوکا رکھیئے پھر ان کے آگے گوشت ڈالئے۔ چنانچہ کتے بھوکے رکھے گئے اور پھر ان کے آگے گوشت ڈالا گیا۔ کتے کی عادت ہوتی ہے کہ وہ دوسرے کو کھاتا دیکھ نہیں سکتا۔ کتوں نے جب گوشت دیکھا تو ایک دوسرے کو دیکھ کر غرانے لگے اور غرانے کے بعد ایک دوسرے پر حملہ کرنے لگے۔ پادری نے کہا اب ایک شیر منگوایئے اور اسے ان کتوں پر چھوڑ دیجئے۔ چنانچہ شیر منگوایا گیا اور کتوں پر چھوڑ دیا گیا۔ تو دونوں کتے اپنی پیٹھ جوڑ کر اس کا مقابلہ کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے اس پادری نے کہا جو حالت ان کتوں کی ہے وہی حالت مسلمانوں کی ہے۔ آپ کو خبر مل رہی ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ آپس میں لڑ رہے ہیں لیکن انکی لڑائی ذاتی ہے۔ جب

اسلام پر مصیبت

آئی دونوں اکٹھے ہو جائیں گے۔ اگر جانور مصیبت کے وقت اپنا اختلاف بھول جاتے ہیں تو مسلمان جو ایک زندہ قوم ہے آپ کے حملہ آور ہونے پر کیوں نہ اکٹھے ہو جائیں گے۔ روم کے بادشاہ نے اس پادری کی بات پر زیادہ توجہ نہ دی اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ جب معاویہؓ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت علیؓ اور ان کی آپس کی لڑائی کو دیکھ کر بادشاہ روم ان پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ اور اس تفرقہ سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو چونکہ سب سے پہلے معاویہؓ کا علاقہ ہی آتا تھا انہوں نے اپنا ایک ایلچی

بادشاہ روم کے پاس

بھیجا اور کہا میں نے سنا ہے کہ تمہارا مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ ہے لیکن یاد رکھو کہ اگر تم نے اسلامی ممالک پر حملہ کیا تو سب سے پہلا جرنیل جو حضرت علیؓ کی طرف سے تمہاری فوجوں کے مقابلہ میں آئے گا وہ میں ہوں گا۔ حضرت معاویہؓ نے یہ نہیں کہا کہ سب سے پہلے میں تم سے لڑوں گا۔ بلکہ یہ کہا کہ لڑیں گے تجھ سے حضرت علیؓ ہی لیکن میں علیؓ کا جرنیل ہونے کی حیثیت سے تم سے لڑوں گا اور سب سے پہلے میں تمہارے مقابلہ میں آؤں گا یعنی ہمیں اس وقت ساری رقابت بھول جائیگی اور ہم اکٹھے ہو کر تمہارا مقابلہ کریں گے۔ بادشاہ روم کو جب یہ خبر پہنچی۔ تو اس نے اسلامی ممالک پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور مسلمانوں کا یہ ضعف بھی ان کی شوکت کا موجب ہوا۔ اگر مسلمانوں میں تفرقہ نہ ہوتا تو یہ شوکت ظاہر نہ ہوتی۔ اور کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکتا کہ مسلمانوں پر جوانی کا وقت ہے۔ اس وقت ان کا تفرقہ اور ضعف بھی ان کا طاقت کا موجب ہے۔ یہ دن

اسلام کی اٹھان

کے ہیں۔ اس وقت جو چیز بھی آئے گی مسلمانوں کی طاقت کا موجب ہو گی۔ جب انسانی معدہ اچھا ہوتا ہے تو وہ چنے کھاتا ہے۔ تو ہضم ہو جاتے ہیں وہ ماش کھاتا ہے تو ہضم ہو جاتے ہیں۔ وہ گوشت کھاتا ہے تو ہضم ہو جاتا ہے۔ وہ روٹی کھاتا ہے تو ہضم ہو جاتی ہے۔ غرض ہر چیز جو وہ کھاتا ہے اس کے اندر طاقت پیدا کرتی ہے۔ لیکن جب انسانی معدہ خراب ہو تو وہ پلاؤ کھائے گا۔ تب بھی بیمار ہو جائے گا۔ وہ مرغ کھائے گا تب بھی بیمار ہو جائے گا۔ وہ روٹی کھائے گا تب بھی بیمار ہو جائے گا۔ غرض ہر چیز جو وہ کھاتا ہے اس کی صحت کو نیچے گرا دیتی ہے لیکن جس نوجوان کا معدہ ٹھیک ہو۔ چاہے اُسے چھوڑی ہوئی ہڈیاں دے دی جائیں۔ اسے دال دے دی جائے۔ مڈھل کی روٹی دے دی جائے۔ تو وہ اس کے اندر طاقت پیدا کرتی ہے۔ پس جوانی کی علامتوں اور اس کے زمانے میں کمزوری کی علامتوں اور اس کے زمانہ میں فرق ہوتا ہے۔ تمہارا زمانہ بھی جوانی کا ہے۔ قوم کی عمر انسان کی عمر کے برابر نہیں ہوتی۔ قوم کی عمر انسانی زندگی سے بہر حال زیادہ ہوتی ہے۔

سلسلہ احمدیہ اور میری عمر

ایک ہی ہے۔ جس سال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا ہے۔ اور بیعت لی ہے۔ میں اسی سال پیدا ہوا تھا۔ گویا جتنی میری عمر ہے۔ اتنی عمر سلسلہ کی ہے لیکن افراد کی عمروں اور قوم کی عمر میں فرق ہوتا ہے۔ ایک فرد اگر ۷۰ یا ۱۰۰ سال زندہ رہ سکتا ہے۔ تو قومیں ۳۰۰ - ۴۰۰ سال تک زندہ رہ سکتی ہیں۔ اگر تین سو سال بھی کسی قوم کی زندگی رکھ لی جائے۔ تو اس کی جوانی کا زمانہ اس کے چوتھے حصہ کے قریب سے شروع ہوتا ہے۔ اگر ایک انسان کی عمر ۷۲، ۷۴ سال فرض کر لی جائے۔ تو اس کی عمر کے چوتھے حصہ سے جوانی شروع ہوتی ہے۔ یعنی ۱۸ - ۱۹ سال سے انسان جوانی کی عمر میں داخل ہوتا ہے۔ اس طرح اگر کسی قوم کی عمر ۳۰۰ سال قرار دے لی جائے تو اس کی جوانی ۷۵ سال کی عمر سے شروع ہوگی۔ تمہاری عمر تو ابھی ۶۳ سال کی ہے گویا تم ابھی جوان بھی نہیں ہوئے۔ ہاں تم ان دنوں کے قریب آ رہے ہو

جب تم جوان ہو گے

پس تمہارے حالات ان قوموں سے مختلف ہونے چاہئیں جو بوڑھی ہو چکی ہیں جو اپنا زمانہ دیکھ چکی ہیں۔ تمہارے لئے ہر خوف تکلیف اور دشمن کا حملہ ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ جیسے جوان آدمی کے لئے پتھر اور روڑے۔ ایک جوان آدمی جو کچھ کھاتا ہے۔ اُسے ہضم کر لیتا ہے اور وہ اس کی طاقت کا موجب ہوتا ہے۔ اسی طرح تم بھی ابھی جوانی میں داخل ہو رہے ہو۔ اس لئے ہر خوف۔ ہر حملہ اور ہر مصیبت تمہاری طاقت میں اضافہ کا موجب ہونی چاہیئے۔ جو شخص اُٹھے۔ جو منصوبہ کرے۔ تمہارے لئے ضعف کا موجب نہیں ہونا چاہیئے۔ ایک جوان آدمی کے لئے سخت اور نرم غذا کا سوال نہیں ہوتا۔ وہ جو کچھ کھائے گا اس کی طاقت کا موجب ہوگا جانوروں میں دیکھ لو۔ قطا ط ایک جانور ہے جو پتھر اور روڑے کھاتا ہے۔ اور یہی پتھر اور روڑے اس میں خون پیدا کرنے کا موجب ہوتے ہیں۔ اسی طرح انسانوں میں بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ جو بڑی سخت چیزیں کھا جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں

ایک شخص پیرا نامی تھا۔ جو پہاڑی تھا۔ نقرس کی وجہ سے اس کے گھٹنے جڑ گئے تھے اس کے رشتہ داروں نے کہیں سے سنا کہ حضرت مرزا صاحب بڑے اچھے آدمی ہیں۔ کھانا بھی گھر سے دیتے ہیں۔ اور علاج بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اسے علاج کے لئے قادیان لے آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے درخواست کی۔ کہ آپ اس کا علاج کریں۔ آپ نے فرمایا۔ اس کی بیماری بہت پرانی ہے۔ اس لئے لمبا علاج درکار ہے۔ انہوں نے کہا اچھا آپ علاج شروع کر دیں۔ چنانچہ آپ نے علاج شروع کر دیا۔ لیکن وہ لوگ اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ آپ علاج کرتے رہے۔ جب وہ اچھا ہو گیا اور اس کے رشتہ داروں نے سنا کہ پیرا تندرست ہو گیا ہے۔ تو وہ اسے لینے کیلئے آ گئے۔ پہاڑیوں کو آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے پیرا جاہل تھا لیکن جب اس کے رشتہ دار اُسے لینے کے لئے آ گئے۔ تو اس نے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ اور کہا۔ بیماری میں جو شخص میرے کام آیا ہے۔ وہی میرا رشتہ دار ہے۔ چنانچہ وہ

قادیان میں ہی رہا

اور وہیں فوت ہوا۔ وہ بڑا مضبوط نوجوان تھا اس کا جسم اتنا قوی تھا کہ اسے مٹی کے تیل سے بھی طاقت حاصل ہوتی تھی۔ اور وہ کہا کرتا تھا کہ تیل مٹی کا ہو یا سرسوں کا۔ اس میں فرق ہی کیا ہے۔ ایک ہی چیز ہے۔ جب اس نے یہ بات کہی تو لوگوں نے کہا اچھا مٹی کا تیل پی جاؤ۔ تو وہ مٹی کا تیل پی لیتا تھا۔ اور وہ اس سے بیمار نہیں ہوتا تھا۔ باہر سے لوگ آتے اُسے چار آنے کے پیسے دیتے اور کہتے مٹی کا تیل پی کے دکھاؤ۔ تو وہ پی جاتا۔ بلکہ وہ کہا کرتا تھا۔ اس کا مزہ اچھا ہے۔ چاہے دال میں ڈال کر کھا لو۔ چنانچہ وہ دال میں مٹی کے تیل کی بوتل ڈال کر کھا لیتا تھا۔ اور وہ اسے نقصان نہیں دیتا تھا بلکہ اس کی طاقت کا موجب ہوتا تھا غرض جوان آدمی کو ہر چیز طاقت دیتی ہے۔ یہی حال جوان قوموں کا بھی ہے۔ ان کی مثال بھی انسان کی طرح ہی ہے۔ ہر دکھ اور تکلیف ان کے لئے کھاد کی طرح ہوتی ہے اور تمہاری مثال تو ایک ایسے شخص کی طرح ہے۔ جو ابھی جوان ہو رہا ہے۔ تم تو ابھی پوری جوانی کو بھی نہیں پہنچے۔ کجا یہ کہ تم میں بڑھاپے کے آثار پیدا ہو جائیں۔ تمہاری عمر ابھی وہ بھی نہیں کہ جب انسان اپنی طاقت کی انتہا کو پہنچتا ہے۔ پھر

طاقت کا زمانہ

بھی لمبا ہوتا ہے۔ اگر انسان اٹھارہ سال کا جوان ہوتا ہے تو اس سے ڈیوڑھا عرصہ اس کی جوانی میں لگتا ہے۔ یعنی ۲۷ سال اس کی جوانی کے ہوتے ہیں۔ گویا ۴۵ سال کا انسان ہو تب اس میں کمزوری کے آثار پیدا ہونے چاہئیں بلکہ بڑھاپا تو اس سے بھی بعد میں آتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں۔ ساٹھا پاٹھا۔ گویا اگر قومی لحاظ سے ۷۵ سال کے بعد تم جوان ہو تو ۷۵ + ۳۵ = ۱۱۰ سال تمہاری جوانی کی عمر ہو گی۔ گویا اگر ضعف کے آثار تم میں پیدا ہوں تب بھی ۱۸۵ سال کے بعد پیدا ہونے چاہئیں۔ اور یہ ایک صدی سے زیادہ بھر پور جوانی کا وقت ہوگا۔ اور پھر نیم جوانی کا وقت ۷۵ سال اور سمجھ لو گویا ڈیڑھ صدی یا پونے دو صدیوں کے بعد اضمحلال کا زمانہ شروع ہوگا۔ پھر مرتے مرتے بھی قومیں وقت لیتی ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ انسان ساٹھ سال کا ہوتے ہی سوٹا پکڑ لے۔ بلکہ وہ آہستہ آہستہ کمزوری کی طرف بڑھتا ہے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے بغیر کسی خیال کے اس کی حالت تبدیل ہوتی جاتی ہے۔ یہی حال قوموں کا ہے۔

ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے

کہ وہ ابھی جوان بھی نہیں ہوئی۔ اس پر ابھی وہ زمانہ ہے کہ جب انسان کچھ بھی کھائے۔ تو وہ اُسے ہضم ہو جاتا ہے۔ ہزاروں مخالفتیں ہوں مصائب ہوں یا ابتلاء ہوں۔ یہ اس کی قوت کے بڑھانے کا موجب ہونے چاہئیں۔ کمزوری کا موجب نہیں۔ اگر تم اس چیز کو سمجھ لو۔ تو یقیناً تمہارے حالات اچھے ہو جائیں گے۔ جو لوگ جسمانی بناوٹ کے ماہر ہیں ان کا خیال ہے کہ انسانی جسم اس یقین کے بڑھتا ہے۔ کہ اس کی طاقت بڑھ رہی ہے۔ طاقت کا مشہور ماہر سینڈو گزرا ہے۔ اس نے طاقت کے کئی ایک کرتب دکھائے ہیں۔ اور کئی بادشاہوں کے پاس جا کر اس نے اپنی طاقت کے مظاہرے کئے ہیں۔ اس نے ایک رسالہ لکھا ہے کہ مجھے ورزش کا کہاں خیال پیدا ہوا۔ اور میرا جسم کیسے مضبوط ہوا۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ مجھے ایسے رنگ میں کام کرنے کا موقع ملتا تھا۔ کہ میرے بازو بنیان سے باہر رہتے تھے۔ میں نے ایک دن اپنے بازو دیکھ کر خیال کیا کہ میرے بازو مضبوط ہو رہے ہیں۔ اس خیال کے آنے کے بعد میں نے ورزش شروع کر دی۔ اور آہستہ آہستہ میرا جسم مضبوط ہوتا گیا۔

سینڈو کا یہ خیال تھا

کہ ورزش لنگوٹا باندھ کر کرنی چاہیئے۔ تا ورزش کرنے والے کی نظر اس کے مختلف حصوں پر پڑتی رہے۔ اور اسے یہ خیال رہے کہ اس کا جسم بڑھ رہا ہے وہ لکھتا ہے کہ میں نے لنگوٹا باندھ کر ورزش شروع کی میں ہمیشہ یہ خیال کرتا تھا کہ میرے جسم کا فلاں حصہ بڑھ رہا ہے اور مجھ پر یہ اثر ہوا کہ صحت کی درستی خیال کے ساتھ ساتھ چلتی ہے جب تک انسان کا خیال اس کی مدد نہیں کرتا۔ اس کا جسم مضبوط نہیں ہوتا۔ اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ورزش کرنے والا اپنے جسم کو دیکھ رہا ہو۔ یہ نہایت کامیاب اصل ہے۔ ہزاروں نے اس کا تجربہ کیا۔ اور اسے کامیاب پایا۔ اور انہوں نے اپنے جسموں کو درست کیا۔ تمہیں بھی اُٹھتے بیٹھتے یہ خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ تم ہمت محسوس کر رہے ہو۔ اور تمہیں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ تم تو

ابھی جوان بھی نہیں ہوئے

تمہاری عمر ابھی ۶۳ سال کی ہے اور اگر تمہاری کم سے کم عمر بھی قرار دے لی جائے۔ تو تم نے ۷۰ سال کے بعد جاکر جوان ہونا ہے۔ اور پھر ۱۵۰-۱۷۵ سال جوانی کے بھی گذرنے ہیں حضرت مسیح علیہ السلام کی قوم کی عمر کو لیا جائے۔ تو اس کی جوانی کی عمر ۳۰۰ سال کی تھی۔ ۲۷۰ سال گذر جانے کے بعد ان کی جوانی کا وقت شروع ہوا تھا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو وعدے کئے ہیں۔ ان کے مطابق ہماری جوانی پہلے شروع ہوگی۔ بہرحال ہماری ان سے کچھ مشابہت تو ہونی چاہیئے۔ ممکن ہے ہماری جوانی کا وقت ۱۰۰ یا سوا سو سال سے شروع ہو۔ اس صورت میں جوانی کا زمانہ پونے دوسو سے اڑہائی سو سال تک کا ہوگا۔ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ جن کی جوانی میں دیر لگتی ہے۔ ان کی عمریں بھی لمبی ہوتی ہیں۔ اور جن کی عمریں چھوٹی ہوتی ہیں۔ ان کی جوانی بھی جلد آتی ہے

جانوروں کو دیکھ لو

جن جانوروں کی عمر چار پانچ سال کی ہوتی ہے۔ ان کی جوانی مہینوں میں ہوتی ہے۔ اور جو جانور ۲۷، ۲۸ سال تک زندہ رہتے ہیں۔ ان کی جوانی سالوں میں آتی ہے۔ گھوڑے کو لے لو۔ اس کی عمر بیس پچیس سال کی ہوتی ہے۔ اور اس کی جوانی کی عمر کہیں چار سال سے شروع ہوتی ہے۔ لیکن بکری اور بلی چوتھے پانچویں ماہ جوان ہو جاتے ہیں۔ گویا جتنی کسی کی عمر چھوٹی ہوگی۔ اسی نسبت سے اسکی جوانی پہلے آئے گی۔ اور جتنی کسی کی عمر لمبی ہوگی اسی نسبت سے اسکی جوانی بھی بعد میں آئے گی۔ تمہاری زندگی کا لمبا ہونا مقدر ہے۔ اور یہ نیک فال ہے کہ ابھی تمہاری جوانی کا وقت نہیں آیا۔ اگر تم ۶۳ سال کی عمر میں ابھی نیم جوانی کی حالت میں ہو۔ تو معلوم ہوا کہ تمہاری عمر لمبی ہے۔ عمر اور جوانی میں کچھ نسبت ہوتی ہے۔ لمبی عمر ہو تو جوانی دیر سے آتی ہے۔ اور اگر جوانی دیر سے آئے۔ تو معلوم ہوا کہ عمر لمبی ہوگی۔ بہرحال اس زمانہ تک جماعت احمدیہ کا ترقی نہ کرنا حیرت کا موجب نہیں۔ ۶۳ سال جماعت پر گذر چکے ہیں۔ اگر ۶۳ سال میں جماعت غالب نہیں آئی تو یہ خوشی کی بات ہے۔ عیسائیوں پر پونے تین سو سال میں جوانی آئی۔ اور آج تک وہ پھیلتے جا رہے ہیں۔ ایک لمبے عرصہ تک انہیں

مصائب جھیلنے پڑے

تکالیف برداشت کرنی پڑیں۔ اور غور و فکر کرتے رہے۔ جس کی وجہ سے انہیں ہر کام کے متعلق غور کرنے اور فکر کرنے کی عادت پڑ گئی۔ اور اس کے نتیجہ میں انہوں نے بعد میں شاندار ترقی حاصل کی پس ہماری جماعت پر جوانی کا وقت آنے میں جو دیر لگی ہے۔ اس کی وجہ سے ہمیں گھبرانا نہیں چاہیئے

جوانی دیر سے آنے کے یہ معنے ہیں۔ کہ جماعت کی عمر بھی لمبی ہوگی۔ اور احمدیت دیر تک قائم رہے گی۔ یہ چیزیں تمہاری گھبراہٹ کا موجب نہیں ہونی چاہئیں۔ بلکہ

تمہیں خوش ہونا چاہیئے

کہ خدا تعالےٰ جماعت کو لمبی عمر دینا چاہتا ہے تم سوچنے اور فکر کرنے کی عادت ڈالو۔ تمہاری طاقت۔ تمہارا ایمان۔ تمہاری قوت مقابلہ اور عقل سوچنے سے بڑھے گی۔ قرآن کریم میں آتا ہے۔ کہ بہت سے لوگ حقائق پر سے اس حالت میں گذر جاتے ہیں کہ وہ ان پر غور نہیں کرتے پس تم ہر چیز پر غور کرو۔ اور فکر کرو۔ کیونکہ جو شخص بغیر فکر کی عادت پیدا کرنے کے مرتا ہے وہ جانور کی موت مرتا ہے۔ وہ انسان کی موت نہیں مرتا۔ بلکہ بلی گھوڑے اور گائے کی موت مرتا ہے۔ انسان وہ ہے۔ جو ہر بات پر غور کرتا ہے۔ اور اس سے نتیجہ اخذ کرتا ہے۔ اور پھر اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کی عادت ڈالتا ہے۔

نماز جمعہ کے بعد حضور نے بعض جنازے پڑھائے۔ حضور نے فرمایا:-

میں نماز کے بعد بعض

جنازے پڑھاؤں گا

۱- جہانشہ محمد عمر صاحب مبلغ کے لڑکے عزیز احمد جماعت ہشتم فوت ہو گئے ہیں۔ مرحوم امتحان دینے جا رہا تھا کہ گاڑی کی لپیٹ میں آگیا اور فوت ہو گیا۔ جنازہ میں بہت کم لوگ شریک ہوئے۔

۲- چوہدری دین محمد صاحب مدار ضلع شیخوپورہ میں فوت ہو گئے ہیں۔ مرحوم جمعدار فضل الدین صاحب اوورسیر کے چچا تھے۔ جنازہ میں بہت کم لوگ شریک ہوئے۔

۳- سردار حق نواز صاحب۔ صحابی تھے۔ سردار نذیر حسین صاحب کے ماموں تھے۔ جنازہ میں بہت تھوڑے لوگ شریک ہوئے۔

۴- سراج الحق صاحب سب انسپکٹر صاحب پولیس۔ حاجی نعیم الحق صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔ جنازہ میں بہت کم لوگ شریک ہوئے۔

۵- جیواں بیگم صاحبہ۔ کیپٹن شاہنواز صاحب کی خالہ تھیں۔ صحابیہ تھیں۔ جنازہ میں بہت کم لوگ شریک ہوئے۔

۶- ارشاد احمد صاحب ربوہ اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ان کی پھوپھی بھاگ بھری صاحبہ بیوہ امام بخش صاحب قادیانی فوت ہو گئی ہیں۔ مرحومہ اپنے بعض رشتہ داروں کو ملنے کیلئے گھبیٹ پور ضلع لائلپور میں آئی تھیں۔ وہاں چند دن بیمار رہ کر فوت ہو گئیں۔ مرحومہ صحابیہ تھیں صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں مرحومہ نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ ان کا جنازہ میں پڑھاؤں۔

۷- سعیدہ بانو صاحبہ بنت سید عبدالمجید صاحب مرحوم ماڈل ٹاؤن لاہور اطلاع دیتی ہیں۔ کہ ان کے خاوند پیر عبدالسلام صاحب تاج انسپکٹر ایگریکلچر وفات پا گئے ہیں۔ نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست ہے۔

نماز کے بعد میں ان سب کا جنازہ پڑھاؤں گا۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے رؤیا و کشوف بقیہ صفحہ نمبر ۳

محمد رسول اللہ کی طرف منسوب کر کے اس کے غلط معنے بنا لے

محمد رسول اللہ کا نام

قرآن کریم میں سوج آتا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع آگے ستارے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اس رؤیا میں یہ خبر دی ہے کہ اس زمانہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں سے جو نور اور روشنی مجھے ملی ہے وہ کسی اور کو نہیں ملی۔ اور یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ اگر کوئی شخص مدعی ہے تو وہ آگے آئے اور بتائے کہ اس کو اسلام کی خدمت اور قرآن کریم کی اشاعت کے لئے کیا توفیق ملی اور اس کے ذریعے کتنے آدمی اسلام میں داخل ہوئے۔ اگر کوئی اسباب کو ثابت کر دے تو بیشک اس کا دعویٰ سچا ہوگا ورنہ اس کو ماننا پڑے گا کہ اس زمانہ میں اسلام کی اشاعت اور اس کی خدمت کے لئے خدا تعالےٰ نے میرے ہی وجود کو مخصوص کیا ہوا ہے۔ اور میرے مقابلہ میں کوئی ٹھہر نہیں سکتا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

~~~~~ (۵) ~~~~~

میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی عمارت ہے۔ جو سرائے کی طرز سے ملتی ہے۔ یعنی بیچ میں بہت بڑا صحن ہے اور چاروں طرف عمارت ہے۔ وہ اتنی بڑی عمارت ہے کہ ایک طرف تو الگ رہا بیچ میں کھڑا ہوا آدمی بھی چاروں طرف عمارت کے پاس کھڑے ہوئے آدمیوں کو اچھی طرح پہچان نہیں سکتا۔ میں اس عمارت میں داخل ہو کر ایک گوشے کی طرف بڑھنا شروع ہوا ہوں۔ گویا سمجھتا ہوں کہ حضرت ام المومنین یہاں رہتی ہیں۔ اس گوشے کے دونوں طرف کمرے ہیں۔ جو باورچیخانہ کے کمرے معلوم ہوتے ہیں۔ اور بڑے بڑے دیگچے کھانا پکانے کے لئے رکھے ہوتے ہیں۔ جیسے سینکڑوں ہزاروں آدمیوں کی دعوت ہوتی ہے اور بہت سی عورتیں جن کو میں پہچانتا نہیں عمدہ لباس پہنے ہوئے کھانا پکانے میں لگی ہوئی ہیں۔ اور حضرت ام المومنین ایسی عمر میں جو تیئس چوبیس سال کی معلوم ہوتی ہے ان کی نگرانی کر رہی ہیں۔ جسم جیسے جوانی میں ہوتا ہے مضبوط ہے۔ لیکن نہ دُبلا نہ موٹا۔ ہاتھ میں انہوں نے ایک بڑی سی لمبی کفگیر پکڑی ہوئی ہے۔ جس سے وہ مختلف عورتوں کے پکے ہوئے کھانوں کو دیکھتی ہیں کہ وہ ٹھیک پک گئے ہیں یا نہیں مجھے دیکھ کر وہ کمرے سے باہر آئیں ہاتھ میں کفگیر پکڑی ہوئی ہے۔ مجھے دیکھ کر مسکرائیں اور میری طرف دیکھتی رہیں۔ لیکن نہ مجھے آگے بڑھنے کی جرأت ہوتی اور نہ وہ آگے آئیں اتنے میں آنکھ کھل گئی۔

اس رؤیا میں غالباً آپ کے اخروی مدارج کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ وہاں اللہ تعالےٰ نے ان کو بڑے خاندان کی پرورش اور نگرانی کا ذمہ دار بنایا ہے۔

~~~~~ (۶) ~~~~~

یہ رؤیا قریباً دو اڑھائی مہینے کی ہے

میں نے دیکھا کہ ہم ایک میدان میں ہیں اور وہاں سے نکلکر کسی اور طرف جانا چاہتے ہیں تھوڑی دور چلکر ایک ایسی جگہ پر پہنچے ہیں۔ جہاں ایک فصیل سی بنی ہوئی ہے لیکن وہ فصیل ساری کی ساری بنا نہیں بلکہ دو طرف دیواریں ہیں اور بیچ میں خلا ہے اور تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر اس خلاء میں بھی ایک دیوار لکڑی کی یا اینٹ کی آجاتی ہے یوں شکل سمجھ لیجئے جیسا کہ بغیر چھت والی لیکن اونچی دیوار والی مال گاڑیاں ہوتی ہیں۔ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب آگے آگے ہیں اور میں اور کچھ دوست ان کے پیچھے ہیں گویا وہ ہمیں رستہ دکھاتے جا رہے ہیں۔ وہ اس عمارت میں گھس گئے ہیں گویا اس کو وہ منزل مقصود کا رستہ سمجھتے ہیں۔ گڑھوں میں اترنا پھر اگلی دیوار کو پھاندنا یہ عجب مشکل سا کام معلوم ہوتا ہے مگر تھوڑی دور میں کر جب ڈبے گہرے ہوتے چلے گئے اور بعض جگہ پر یوں معلوم ہوا جیسے اس جگہ پر پانی بھی ہے اور پیر رکھتے ہیں تو پاؤں نیچے دھنس جاتا ہے تو گھبراہٹ پیدا ہونی شروع ہوئی

(باقی صفحہ کالم نمبر پر)

ایک دلچسپ مکالمہ نمبر ۲

مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب قادیانی انچارج جامعۃ المبشرین قادیان

پچھلے دنوں بٹالہ کیمپ کے انچارج جو سنت کہلاتے ہیں۔ مع اپنے بعض رفقاء اور چیلوں کے قادیان میں تشریف لائے۔ انہوں نے مقامات مقدسہ کی زیارت کی اور مہمانخانہ میں ٹھہرے اور دوپہر کا کھانا بھی وہیں کھایا۔ ان کے متعلق اطلاع ملنے پر خاکسار ان کی ملاقات کے لئے ان کے پاس حاضر ہؤا۔ آپ اس وقت اپنے ساتھیوں سمیت جہری ذکر فرما رہے تھے۔ "اللہ، اللہ"، "راموں رام"، "راموں رام"، "مَیں ہی مَیں"، "تُو ہی تُو" وغیرہ اول آپ خود یہ الفاظ کہتے اور اس کے بعد آپ کے سب رفقاء اکٹھے ان کو دہراتے تھے۔

آپ کے اس ذکر سے معلوم ہؤا کہ آپ وحدت الوجودیئے ہیں۔ اور آپ کا مذہب یہ ہے کہ وہ سب کچھ جو انسان کو نظر آتا ہے خدا ہی خدا ہے۔ جب آپ یہ ذکر فرما چکے تو خاکسار آپ کی ملاقات کے لئے اندر آپ کے پاس گیا۔ آپ بڑی محبت اور بڑے تپاک کے ساتھ اُٹھ کر ملے۔ خاکسار نے ان کے اس عقیدہ کے بارے میں قریباً ایک گھنٹہ حاضرین کے سامنے تقریر کی اور بتایا کہ خدا کا وجود الگ ہے۔ اور مخلوق کا الگ۔ اگرچہ خدا تعالےٰ کا اپنی مخلوق سے گہرا تعلق ہے۔ مگر وہ دونوں کسی صورت میں ایک نہیں۔ چنانچہ گذشتہ نبی رشی منی اور گرو یہی تعلیم دیتے چلے آئے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے صحیح علم اور تجربہ اور مشاہدہ سے اس بات کا پرچار کیا کہ مخلوق الگ ہے اور خالق الگ۔ اور یہ کہ خدا تعالےٰ نے ان کو اپنی مخلوق کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے اور یہ کہ وہ ان سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور دنیا کی بہتری کے لئے انہیں تعلیم دیتا ہے اس کے علاوہ اور بھی کئی ایک ثبوت پیش کئے اور آخر میں انسانی زندگی کا مقصد اور اس سے اس کی دوری اور غفلت اور پھر مختلف زمانوں میں اس غفلت کو دور کرنے کے سامانوں کا ذکر کرکے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور اسلام کی تعلیم اور اسکی برتری کا ذکر کیا اور بتایا کہ سابقہ تعلیمیں جب زمانہ کی دست بُرد سے محفوظ نہ رہ سکیں اور ان میں بہت سے اختلافات پیدا ہو گئے۔ اور ان کے ماننے والوں نے ان میں رد و بدل کر دیا تو اللہ تعالےٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا اور آپ کی طرف وحی بھیجی۔ آپ پر الہام نازل کیا آپ کو نبی و رسول بنا کر دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑا کیا۔ اور آپ کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے کثرت سے نشانات اور تائیدات سماوی نازل فرمائیں۔ اور قرآن کریم جیسی بے نظیر اعلیٰ تعلیم دنیا کی راہنمائی کے لئے آپ کو عطا فرمائی جس نے آکر ان تمام اختلافات کا قلع قمع کر دیا جو پہلی کتب میں پائے جاتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے اس میں قیامت تک کی ضروریات کے لئے علوم کے خزانے بھر دیئے اور ہر قسم کے اختلافات اور رد و بدل سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا چنانچہ وہ آج تک ہر قسم کی تحریف سے پاک اور محفوظ ہے جس کا مخالف محققین نے بھی اقرار کیا ہے اور پھر وہ ایسی اعلےٰ درجہ کی کتاب ہے کہ ایک بچہ بھی اُسے آسانی سے حفظ کر سکتا ہے اور ہر زمانہ میں اس کے سینکڑوں حافظ موجود ہوتے رہے ہیں اور اب بھی ہیں۔ یہ خصوصیت کسی اور کتاب کو حاصل نہیں۔ پھر وہ ایسی اعلےٰ درجہ کی ہے اور اس کثرت سے دنیا میں پڑھی جاتی ہے کہ دنیا کی اور کوئی کتاب اس کثرت سے نہیں پڑھی جاتی۔ اور پھر وہ ایسی کتاب ہے کہ اسکی نظیر بنانے سے لوگ عاجز ہیں۔ پہلی کتب میں لوگوں نے اپنے پاس سے ان جیسی عبارتیں ملا کر دکھا دیں۔ مگر اس کتاب میں کوئی عبارت ملانے پر قادر نہ ہو سکا۔

آخر میں حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ پیش کیا اور بتایا کہ تمام بڑے بڑے مذاہب میں ہمارے اس آخری زمانہ میں آنے والے عظیم الشان مصلح اور ریفارمر کے متعلق پیشگوئیاں اور علامات کا ذکر پایا جاتا ہے۔ وہ تمام پیشگوئیاں آپ کے ذریعہ سے پوری ہو گئیں ہندوؤں میں پیشگوئی ہے کہ کرشن جی اوتار لیں گے۔ عیسائیوں میں پیشگوئی ہے کہ مسیح علیہ السلام کی دوبارہ آمد ہو گی بدھوں میں یہ بات ہے کہ بدھ نے فرمایا کہ آئندہ زمانہ میں ایک بدھ آئے گا مسلمانوں میں یہ پیشگوئی ہے کہ امام مہدی آئینگے۔ اسی طرح مسیح موعود کی آمد کی پیشگوئی بھی ہے سکھوں میں پرگنے بٹالے والے گرو کی پیشگوئی جنم ساکھی میں موجود ہے سو بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ ہے کہ میں ان پیشگوئیوں کے مطابق دنیا کی بھلائی و اصلاح کے لئے آگیا ہوں۔ دنیا کو چاہیئے کہ میری تعلیم پر عمل کرکے نجات حاصل کرے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کے لئے بہت سے نشانات اور تائیدات نازل کیں جو آپ کی صداقت کا ثبوت ہیں۔ آپ نے بہت سی پیشگوئیاں فرمائیں وہ پیشگوئیاں اپنی ذات اپنی اولاد اور اپنے اتباع اور اپنے مخالفین اور حکومتوں اور ملکی حالات کے متعلق تھیں۔ وہ پیشگوئیاں انقلابات زمانہ اور حوادث ارضی و سماوی کے متعلق بھی تھیں۔ ان میں زلزلوں۔ قحط طاعون۔ وباء۔ سیلابوں۔ تباہیوں اور جنگوں کی خبریں تھیں۔ ان میں اپنی جماعت کی ترقی کے متعلق بھی زبردست پیشگوئیاں تھیں اس موقعہ پر حقیقۃ الوحی سے جنگ عظیم اور زلزلوں والی پیشگوئی۔ اسیطرح تجلیات الٰہیہ سے پانچ زلزلوں والی پیشگوئی اور پیغام صلح سے تباہیوں کے سلسلہ کی پیشگوئی پڑھ کر سنائی اور دکھائی گئی۔ اور اسیطرح یہ بھی دکھایا گیا کہ یہ کتابیں چالیس پچاس سال قبل شائع کی گئی تھیں اس سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ خدا تعالےٰ اپنے پیارے بندوں سے بولتا اور ان سے ہمکلام ہوتا ہے۔ ان کی دعائیں سنتا ہے۔ ان کو جواب دیتا ہے۔ اور وہ ایسا ہر زمانہ میں کرتا آیا ہے۔ اس نے مختلف زمانوں میں اپنے نبی رسول اور رشی منی بھیجے۔ گورو کھڑے کئے۔ وہ تمام کے تمام یہی بتاتے چلے آئے ہیں کہ انسان کے اوپر ایک بالا ہستی ہے جس کے ساتھ ان کے ذریعہ سے انسان کو تعلق پیدا کرنا چاہیئے۔ اس زمانہ میں بھی اس کا پیغام آیا ہے جسے قبول کرنا چاہیئے۔ جس طرح پہلے گوروؤں کو قبول کرنا ضروری تھا۔ اسی طرح اس زمانہ کے گورو کو بھی ماننا ضروری ہے۔ اس کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رسالہ سے صلح کا پیغام پڑھ کر سنایا گیا کہ آپ نے بھی یہی تعلیم دی ہے کہ سب کو ایک ہو جانا چاہیئے۔ بالخصوص اس ملک کی دو بڑی قوموں ہندوؤں اور مسلمانوں کو آپ نے خاص طور پر اتفاق کی دعوت دی اور بتایا کہ تم صلح کرکے ایک ہو جاؤ۔ آپس میں صلح اور اتحاد اور اتفاق اور محبت سے رہو۔ اور اس آنے والی عظیم الشان تباہی سے بچ جاؤ جو تمہارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ اگر تم نے میری اس بات کو ٹھکرا دیا تو تم پر اس کا وبال پڑے گا۔ چنانچہ ہندوستان کے لوگوں نے آپ کے پیغام کو سنا تو ضرور مگر اُس کے مطابق عمل نہ کیا۔ اور اب اس کا خمیازہ ان کو بھگتنا پڑا۔ اور لوگوں کو طرح طرح کے فتنوں کا نشانہ بننا پڑا۔ جیسا کہ ۱۹۴۷ء میں ہؤا۔ اور آئندہ بھی اس کا سلسلہ جاری رہے گا۔ تا آنکہ لوگ اپنے دلوں کی اصلاح نہ کریں گے۔

سنت صاحب نے یہ سنکر فرمایا کہ یہ سب کچھ درست ہے۔ اور ہم تو سب کو مانتے ہیں اور ایک ہی سمجھتے ہیں کسی کو بُرا نہیں سمجھتے۔ آپ نے جو کچھ بیان کیا یہ صحیح ہے اور ہمیں اس سے انکار نہیں۔ یہ اعلےٰ خیالات ہیں اور ہم تو سب کو ایک سمجھتے ہیں۔

خاکسار۔ سنت صاحب صرف منہ سے کہہ دینا کہ یہ درست ہے کافی نہیں۔ ایسا ماننا انسان کو کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ بلکہ یہ ضروری ہے کہ اسے مان کر اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ صرف یہ کہہ دینا کہ تعلیم کے لئے سکول ہے کسی انسان کو نفع نہیں دے سکتا جبتک کہ اس میں داخل ہو کر اس تعلیم کو حاصل نہ کرے اور پھر اس پر عمل نہ کرے۔ نبیوں کی تعلیم کی مثال بالکل کشتی کی سی ہے۔ اگر انسان دریا میں غرق ہو رہا ہو۔ اور پاس ہی کشتی موجود ہو اور اس کا ملاح اسے اس پر سوار ہونے کی بجائے یہ کہدے کہ ہاں میں مانتا ہوں کہ تمہارے پاس کشتی ہے۔ انسان اس پر سوار ہؤا کرتے ہیں اور وہ انسان کے بچانے کے کام آیا کرتی ہے۔ تو اس کا ایسا تسلیم کرنا اسے غرق ہونے سے بچا نہیں سکتا۔

سنت صاحب۔ اپنے سابقہ جواب کو دہرانے لگے اور فرمانے لگے کہ میں تو کہہ چکا ہوں کہ ہمیں اس سے انکار نہیں۔ ہم تو سب کو مانتے ہیں۔

خاکسار۔ دیکھئے میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ صرف زبانی مان لینا کافی نہیں۔ اگر انسان کو بھوک لگی ہو اور پاس کھانا پڑا

ہو تو اس کے یہ مان لینے سے کہ کھانا اس کے پاس پڑا ہے اس کی بھوک دور نہیں ہو سکتی۔ بھوک اس وقت دور ہو سکتی ہے جب وہ کھانا لے کر کھا لیوے۔ اسی طرح جبتک آپ اس تعلیم کی صحت کے اقرار کے بعد اس پر عمل نہیں کرتے آپ اس کے فوائد سے محروم رہینگے۔ اس پر عمل نہ کرنے سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو اسکی کوئی پرواہ نہیں۔ آپ یہ کہہ کر کہ میں اسے مانتا ہوں آپ اس سے بچنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ فی الحقیقت اسے مانتے ہیں تو اسے قبول کر کے اس پر عمل کرنے کے لئے آمادہ ہونا چاہئے اور اس تعلیم کے آنے کی یہی غرض ہوتی ہے کہ لوگ اسے مانیں اسے قبول کریں اس پر عمل کر کے فائدہ اُٹھائیں ورنہ بے کار محض ہے۔

خاکسار نے بتایا کہ دیکھیں اگر کسی شخص کو اس کے رشتہ دار یا کسی بڑے افسر کی چٹھی آجاتی ہے تو وہ اگر خود پڑھ سکتا ہے تو اسے بار بار پڑھتا ہے اور پھر اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسے سنبھال کر رکھتا ہے۔ اس پر فخر کرتا ہے اس سے خوش ہوتا ہے۔ اگر خود نہیں پڑھ سکتا تو دوسروں سے بار بار پڑھاتا ہے۔ اور اسے سر آنکھوں سے لگاتا ہے۔ اسکی عزت کرتا ہے۔ اس کی تعمیل کرتا ہے۔ مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اس کے خالق و مالک اور سب سے بڑے محسن اور پیارے کی طرف سے اسے پیغام آوے اور وہ بھی تازہ بتازہ مگر وہ اس پر عمل کرنا تو الگ رہا اس پر توجہ بھی نہ کرے۔

حضرت مرزا صاحب نے عین ضرورت کے وقت آکر بتایا کہ میں دنیا کی فلاح اور بہبودی کے لئے آیا ہوں۔ خدا تعالیٰ کے حکم سے آیا ہوں۔ خدا تعالیٰ میرے ساتھ بولتا ہے اور تمہاری بہتری کی باتیں مجھے بتاتا ہے۔ چنانچہ وہ باتیں جو آپ نے بتائی تھیں پوری ہوئیں اور لوگوں نے انہیں اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھا۔ وہ باتیں قبل از وقت اخباروں اشتہاروں اور کتابوں میں شائع کی گئی تھیں۔ اور آج سے چالیس پچاس سال پیشتر شائع کی گئی تھیں۔ اور ان باتوں کے متعلق آج کسی قسم کے شک شبہ کی گنجائش نہیں رہی۔ اگر لوگ ان پر عمل کریں تو نقصان سے بچ سکتے ہیں۔ آپ نے بتایا تھا کہ خدا تعالیٰ روبرو ہو کر میرے ساتھ باتیں کرتا ہے۔ اسی طرح جس طرح ایک انسان دوسرے کے ساتھ کرتا ہے۔ اسی طرح جس طرح میں اور آپ ایک دوسرے کے ساتھ کر رہے ہیں۔ جس طرح میں باتیں کر رہا ہوں اور آپ اپنے کانوں سے سن رہے ہیں بالکل ٹھیک اسی طرح وہ خدا کی آواز اپنے کانوں سے سنتے تھے۔ وہ من گھڑت باتیں نہیں بلکہ لفظ اور معنی دونوں خدا کی طرف سے آپ کو سنائی دیتے تھے نہ ان کے معنی بلکہ دونوں چیزیں خدا کی طرف سے آتی تھیں اور یہ سلسلہ کبھی بند نہیں ہوا اب بھی جاری ہے۔ ہماری جماعت میں سینکڑوں ایسے لوگ ہیں جن سے خدا تعالیٰ باتیں کرتا ہے۔ اور وہ اس کی آواز کو سنتے ہیں اور یہ چیز اس تعلیم کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کے نتیجہ میں انہیں حاصل ہوئی ہے۔

سنت صاحب نے فرمایا میں بھی ہر وقت خدا تعالیٰ کے بلانے سے بولتا ہوں میری آواز اس کی آواز ہے۔

خاکسار۔ یہ چیز اور ہے اور میں نے جو بتایا ہے وہ اور ہے۔ خدا تعالیٰ نے چونکہ سب اسباب پیدا کئے ہیں۔ اس لئے ہم سب اُسی کے بلائے سے بولتے ہیں۔ مگر میں آپ کی توجہ ایک دوسری چیز کی طرف پھرانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ خدا تو بولتا ہے۔ اور بندہ اس کی آواز اپنے کانوں سے سنتا ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب سے خدا تعالیٰ بولتا تھا اور آپ آگے لوگوں کو بتاتے تھے۔ وہ آپ کی آواز نہ ہوتی تھی بلکہ خدا تعالیٰ کی آواز ہوتی تھی۔

سنت صاحب۔ میں نے جو بات ابھی کہی ہے۔ خدا تعالیٰ کی آواز سنکر کہی ہے اپنے پاس سے نہیں کہی۔

خاکسار۔ بہت اچھا اگر یہ درست ہے تو آپ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر یوں بیان کریں کہ میں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جانکر کہتا ہوں کہ یہ بات میرے کانوں نے خدا تعالیٰ کی آواز سُنی ہے اور میں نے اسے آگے آپکے سامنے بیان کیا ہے اگر میں غلط کہتا ہوں تو خدا تعالیٰ کی مجھ پر لعنت ہو۔

میرے اس بیان پر سنت صاحب کے چیلوں نے غور سے سنت صاحب کے منہ کی طرف دیکھا اور ان کے چہرے سے اسکے جواب کے بارے میں عاجزی محسوس کر کے ایک دوسرے کو کہنی مار کر ہنسے اور بعض دوسرے ساتھی بھی مسکرانے لگے۔

سنت صاحب گھبرا کر اور قسم سے اجتناب کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ میں نے بتا دیا ہے کہ خدا تعالیٰ ہر وقت ہم سے بولتا ہے اور ہم جو کچھ کہتے ہیں اس کی طرف سے ہے۔

خاکسار: سنت صاحب! ابھی تو آپ نے فرمایا تھا کہ خدا اور ہم ایک ہی ہیں۔ مگر اب آپ اس کے برخلاف فرما رہے ہیں۔ اب تو آپ خدا کو الگ اور اپنے آپ کو الگ قرار دے رہے ہیں معلوم ہوا کہ یہی درست ہے کہ خدا کا وجود اور باقی مخلوق کا وجود الگ .... اس وقت قریباً چار بج چکے تھے آپ نے فرمایا اب گاڑی کا وقت ہو رہا ہے اب ہم رخصت ہوتے ہیں چنانچہ انکو رخصت کر دیا گیا۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے رؤیا و کشوف بقیہ صفحہ ۶

چنانچہ ایک ڈبہ میں تو پہنچ کر معلوم ہوا کہ اس میں پانی ہی پانی بھرا ہوا ہے اور اوپر جو گھاس تھا وہ تنکا سا تھا اس پر پیر رکھتے ہی وہ نیچے دب گیا اور میں پانی میں جا پڑا اس پر میں نے چوہدری صاحب سے کہا کہ چوہدری صاحب آپ کہاں ہم کو لے آئے ہیں یہ تو کوئی رستہ نہیں معلوم ہوتا۔ چوہدری صاحب ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے اگلے ڈبہ میں ہیں۔ وہ میری طرف دیکھ کے کہتے ہیں کہ رستہ تو بالکل ٹھیک ہے۔ دیکھ لیجئے میں آرام سے کھڑا ہوں۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ چوہدری صاحب کے نیچے نہ پانی ہے اور نہ گڑھا ہے۔ بلکہ جیسے کوئی سطح ہموار اونچی بنی ہوئی ہے۔ اس پر وہ کھڑے ہوئے ہیں۔ جس ڈبہ میں میں ہوں وہاں کیچڑ بھی ہے پانی بھی ہے۔ اور کوئی چلنے بلکہ کھڑے ہونے کی جگہ بھی نظر نہیں آتی۔ میں کود کر آگے ہوا اور اس دیوار کو پکڑ لیا جو میرے ڈبہ اور چوہدری صاحب والے ڈبہ کے درمیان میں ہے۔ اس وقت وہ دیوار لکڑی کی معلوم ہوئی جیسے گویا ریل ہی کا ڈبہ ہوتا ہے۔ میں نے اپنے پاؤں سے ٹٹولا۔ تو اس میں کوئی ایک دو انچ کی بڑھی ہوئی لکڑی درمیان میں نظر آئی۔ اس پر میں نے اپنے گھٹنے ٹیک لئے لیکن مجھے شرم محسوس ہوئی کہ میں چوہدری صاحب کی بات کو رد کروں کہ رستہ خراب ہے اور میں نے کہا چلو اسی طرح سہارا لے لیں گے۔ اللہ تعالیٰ کوئی صورت نکال دے گا۔ جب میں اس دیوار کو پکڑ کے اور اس کے نیچے بڑھی ہوئی ایک لکڑی کے اوپر گھٹنوں کا سہارا لے کر لٹک گیا ہوں تو یکدم اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسا تغیر پیدا کیا کہ وہ طویل ریل کی شکل اختیار کر گئی اندر جو پانی اور کیچڑ بھرا ہوا تھا وہ سب غائب ہو گیا اور وہ چلنے لگ گئی۔ گویا بجائے اس کے کہ ہم چلتے وہ ڈبے چلنے لگ گئے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد یوں معلوم ہوا کہ وہ ڈبے منزل مقصود پر پہنچ گئے ہیں چوہدری صاحب بھی اتر گئے میں بھی اترا اور چوہدری صاحب نے مجھے ہنس کے کہا کہ دیکھئے رستہ ٹھیک ہی تھا ہم پہنچ ہی گئے ہیں۔ میں نے دل میں کہا کہ رستہ وستہ تو کوئی ٹھیک نہیں تھا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کام تھا کہ اس نے اس رستہ کو ہی ریل بنا دیا اور ہم پہنچ گئے۔ ورنہ وہاں تو کھڑے ہونے کی بھی جگہ نہیں تھی لیکن پھر بھی میں نے چوہدری صاحب کی بات کی تردید کرنی مناسب نہیں سمجھی صرف یہ سنکر میں مسکرا دیا۔

یہ رؤیا کراچی کے واقعہ سے کوئی مہینہ بھر پہلے کی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کچھ اس واقعہ کی طرف بھی اشارہ ہے اور بتایا گیا ہے کہ مشکلات آئیں گی اور سخت آئیں گی اور شاید کچھ حصہ ان مشکلات کا اس مخالفت کی وجہ سے ہوگا۔ جو بعض لوگوں کو چوہدری صاحب کی ذات سے ہے۔ اور ہمیں بھی اس میں سے حصہ لینا پڑے گا۔ مگر جب ہم توکل کر کے اور خدا تعالیٰ کی اس مشیت پر صبر کر کے اپنے آپ کو خدا پر چھوڑ دیں گے تو اللہ ہماری کھڑی گاڑی کو چلا دے گا۔ اور ہم منزل مقصود پر پہنچ جائیں گے۔

(۷)

ایک رات خاص طور پر دعاؤں کی آئی۔ رمضان کے کوئی درمیانی عشرہ کی یہ رات تھی غالباً آج سے سات آٹھ دن پہلے میں نے دیکھا کہ مجھ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو کبھی کبھی طاری ہوا کرتی ہے۔ یعنی ساری رات جاگتے اور سوتے دعاؤں میں گذر جاتی ہے۔ کامل ہوش میں تو اپنی مرضی کی دعائیں کی جاتی ہیں۔ لیکن خواب یا نیم خواب کی حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف سے زبان پر دعائیں جاری کی جاتی ہیں۔ اور یہ کیفیت قریباً قریباً ساری رات صبح تک جاری رہتی ہے کبھی کبھی آنکھ کھلتی ہے تو اس وقت بھی دعائیں زبان پر ہوتی ہیں۔ جب آنکھ لگ جاتی ہے تو اس وقت بھی دعائیں زبان پر ہوتی ہیں۔ گویا اس رات کی کیفیت لیلۃ القدر کی سی ہوتی ہے۔ جس کے متعلق قرآن کریم میں آتا ہے کہ تنزل الملٰئکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر سلام ھی حتی مطلع الفجر اس قسم کی رات یہ آئی تھی ساری رات خواب میں بھی اور جاگتے میں بھی قرآن شریف کی کچھ آیات زبان پر رہیں جو جاگتے ہوئے مجھے حفظ نہیں ہیں ان کا ایک حصہ جو یاد رہا ہے یہ تھا کہ رب انھن اضللن کثیراً من الناس (سورہ ابراہیم پ ۱۳ ع ۶) (باقی صفحہ ۱۱ کالم ۲ پر)

ہندوستانی مسلمان اور ہند سرکار

جہاں تک ہندوستان کے دستور اور حکومت کا تعلق ہے۔ وہ اصولی اعتبار سے سیکولر یا نامذہبی جمہوریت ہے۔ جس میں ہر شخص کو بلا تفریق مذہب۔ قوم یا عقیدہ برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ اور اقلیتوں کے لئے بھی اسی طرح آزادی اور ترقی کا سامان اور ذرائع مہیا ہیں۔ جس طرح اکثریت کے لئے لیکن چونکہ ہمارا ملک ایک مدت مدید تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑا رہا ہے۔ اور اس پر لمبا عرصہ تک شخصی حکومت کا دور دورہ رہا ہے۔ اس لئے جمہوریت اور سیکولرازم کا جو تصور اور طریق آزاد ملکوں میں پایا جاتا ہے۔ ہمارے ارباب اختیار اور اہل وطن پورے طور پر اس پر عامل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود دستور ہند کی دفعات کے اور ہمارے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کے بار بار کے اعلانات اور بعض دماغوں کے فرقہ وارانہ ذہنیت کلی طور پر نہیں مٹتی اور آئے دن ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ جن میں اقلیتوں بالخصوص مسلم اقلیت کے ساتھ نامناسب سلوک ہوتا رہتا ہے۔ اور بسا اوقات ایسے امور میں سرکاری افسران بھی اقلیتوں کے حقوق کو تلف سے پورے طور پر نہیں بچا سکتے۔ اور ان کے لئے ہر طبقہ سے مساوی سلوک کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ جس سے بالخصوص مسلمانوں کے دلوں میں اپنی جان۔ مال اور عزت کی حفاظت کے متعلق پورا اعتماد پیدا نہیں ہوتا۔ اور آئے دن ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ جو ملک کی بدنامی اور حکومت کے عمدہ نام پر دھبہ لگانے کا باعث بنتے ہیں۔

جہاں تک اطلاعات کا تعلق ہے یہی حال کم و بیش پاکستان میں نظر آتا ہے۔ کیونکہ اس برصغیر کے دونوں حصوں میں جو لوگ رہتے ہیں ان میں سے اکثر کی عادات و اخلاق اور طور و طریق ابھی تک غلامانہ رنگ لئے ہوئے ہیں۔ نہ ان میں آزاد قوموں کی طرح رواداری ہے۔ جمہوریت کا صحیح تصور ہے۔ اور نہ ہی حکومت کی ذمہ داریوں کا احساس۔

گذشتہ دنوں دہلی کے مشہور سکھ اخبار "ریاست" نے ہندوستان کے مسلمانوں کے متعلق لکھا کہ وہ اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ وہ اس ملک میں آزاد ہیں نہیں۔ بلکہ ملک کی ہندو اکثریت ان کو ہمیشہ محکوم بنائے جانے کا خواب دیکھ رہی ہے۔ اس مضمون پر مسلم اور غیر مسلم اخبارات میں بہت لے دے ہوئی۔ اور جمہوریت نواز لوگوں نے ہندوستان کے ودھان (دستور) کی دفعات پیش کر کے اس بات کو ثابت کرنا چاہا کہ مسلمانوں کو بھی ملک کی دوسری اقوام کی طرح برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ اس کے جواب میں معاصر "ریاست" نے اپنے نقطہ نگاہ سے بعض واقعات بھی لکھے ہیں۔ جن سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ مسلمانوں کی یہ "خوش فہمی" کہ ان کو عملی اعتبار سے بھی ملک میں برابر کے حقوق حاصل ہیں درست نہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

(۱) پہلے سو ہندو ایک مسلمان کو خان صاحب کہتے تھے۔ اب ایک سو مسلمان ایک ہندو شرنارتھی کو لالہ جی لالہ جی کہتے ہوئے نہیں تھکتے۔

(۲) آزادی سے قبل کوئی ہندو پڑوسی چھت پر نہیں سو سکتا تھا۔ کیونکہ اس طریقہ سے مسلم خواتین کی بے پردگی ہوتی تھی۔ مگر اب یہ پڑوسی ہندو دندنا کر چھتوں پر سوتے ہیں۔ اور مجال نہیں کہ کوئی مسلمان اعتراض کرے۔

(۳) آزادی سے پہلے مسلمان دہلی میں گائے ذبح کرتے تھے لیکن اب اگر کوئی مسلمان یہ حرکت خفیہ بھی کر بیٹھے تو خود مسلمان ہی ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے اپنے بھائی کو گرفتار کرا دیتے ہیں۔

(۴) آزادی سے پہلے جامع مسجد دہلی میں ہندوؤں کو مشرف با اسلام کیا جاتا تھا۔ مگر اب راج سکندر کا واقعہ سامنے ہے۔ مسلمانوں نے سکندر بخت کو اس لئے گالیاں دیں کہ وہ سنگھیوں اور مہاسبھائیوں سے خوفزدہ تھے۔

(۵) دہلی میں آج بھی مسلمان قرول باغ، سبزی منڈی اور پہاڑ گنج جاتے ہوئے جھجکتے ہیں۔

(۶) مسلمانوں کا غریب طبقہ روٹی کا محتاج ہے کیونکہ وہ ہندو علاقوں میں مزدوری کے لئے جاتے ہوئے گھبراتے ہیں۔

(۷) آج کوئی ہندو غنڈہ مسلمان خاتون کو دیکھ کر اس پر آوازے کسے تو کسی مسلمان کو ہندو غنڈے سے باز پرس کرنے کی جرأت نہ ہوگی لیکن اگر کوئی مسلمان غنڈہ ہندو عورت کے ساتھ یہ حرکت کر بیٹھے تو اس کی پسلیاں تک توڑ دی جائیں گی۔ معاصر نے مذکورہ بالا واقعات کو پیش کرنے کے بعد دریافت کیا ہے کہ مسلمان ان حالات کی موجودگی میں بھی انکار کر سکتے ہیں کہ وہ غلام نہیں ہیں۔!

(بحوالہ اخبار الجمعیۃ دہلی و سیاست کانپور)

مسلمانوں کو ان حالات سے اگر وہ سو فی صدی درست بھی ہوں مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ جہاں مسلمان خدا تعالےٰ کے فضل سے بڑی بڑی حکومتوں کے مالک رہ کر بطور حاکم کے اعلےٰ کردار اور اخلاق دکھا چکے ہیں وہاں دنیا کی مختلف حکومتوں اور زمانوں میں وہ محکوم کی حیثیت سے بھی بہت عمدہ نمونہ پیش کر چکے ہیں۔ اسلام کی کامل تعلیم صرف حاکم مسلمان کے لئے ہی نہیں بلکہ ایک "ماتحت اور محکوم مسلمان" کے لئے بھی ہے۔ اور پھر مسلمان کسی ایک ملک سے متعلق نہیں بلکہ "ہر ملک ملک ما است کہ ملک خدائے ماست" کا نعرہ بلند کرنے والے ہیں۔ مسلمانوں نے بڑے بڑے جابر اور ظالم غیر بادشاہوں کے ماتحت بھی اپنے اعلیٰ اخلاق اور نیکی و قابلیت سے آرام و چین سے وقت گزارا ہے۔ اور اب تو جمہوریت کا دور دورہ ہے جس میں کم از کم اصولی لحاظ سے ہر اہل ملک کو برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ پھر اگر کسی فرض ناشناس افسر کی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچ جاتی ہے۔ تو اس سے مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ ہاں اس بات کی ضرورت ہے۔ کہ مسلمان صحیح طور پر مسلمان بنیں۔ ہر قسم کے فتنہ و بد امنی اور باہمی تفرقہ و انشقاق کو دور کریں پورے اتحاد و اتفاق اور تنظیم سے رہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کریں۔ ان میں سے ایک غریب سے غریب اور بیکس سے بیکس کی تکلیف بھی ساری قوم کی تکلیف ہو۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق کہ اَلْمُؤْمِنُوْنَ کَالْجَسَدِ تمام مسلمان قوم ایک جسم کی طرح ہو جائے۔ جس کے ایک عضو میں اگر کانٹا بھی چبھ جائے تو سارے جسم یعنی قوم کو درد محسوس ہو۔

اگر مسلمان اپنی تنظیم و اتحاد کو مکمل کر لیں۔ اپنے اندرونی اختلافات کو مٹا دیں اور ایک دوسرے کے ساتھ پوری ہمدردی اور تعاون سے رہیں۔ تو انشاء اللہ ان کے لئے باعزت رہنا کوئی مشکل نہ ہوگا۔ ہاں سب سے بڑھ کر ایمان اور توکل علی اللہ کی بھی ضرورت ہے جو ہر وقت مسلمانوں کے پیش نظر رہنا چاہئیے۔

"پراونشل امراء و صدر صاحبان مقامی فوری توجہ کریں"

اور

سیکرٹریان تعلیم مطلع رہیں!

کہ ایک عرصہ سے ہندوستان بھر کی اکثر جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان تعلیم و تربیت کی طرف سے ماہوار رپورٹیں نظارت ہذا میں موصول نہیں ہو رہیں قبل ازیں پراونشل امراء صاحبان کو توجہ دلانے کے علاوہ جماعتوں کے مقامی امراء و صدر صاحبان اور مبلغین کے ذریعہ نہ صرف بار بار توجہ دلائی گئی۔ بلکہ اخبار بدر کے ذریعہ سے بھی یاد دہانی کرائی جاتی رہی ہے۔ مگر ابھی تک بھی حالت یہ ہے کہ باقاعدہ پابندی کے ساتھ صرف چند ایک جماعتوں کی طرف سے رپورٹیں آتی ہیں اور باقی جماعتیں بدستور سستی اور غفلت سے کام لے رہی ہیں۔

بعض علاقوں کے متعلق یہ اطلاعات مل رہی ہیں کہ وہاں اردو زبان کم جانتے ہیں۔ ان کے تاکیداً لکھا جاتا ہے کہ وہ انگریزی میں بھجوا دیا کریں۔ یا اگر کوئی انگریزی بھی نہ جانتا ہو تو اپنی مقامی زبان میں لکھ کر رپورٹ اپنے پراونشل امیر یا رئیس التبلیغ کے ذریعہ سے بھجوا دیا کریں۔ جو کہ اس کا ترجمہ خلاصۃً لکھ کر ارسال کیا کریں۔

اگر اس اعلان کے بعد بھی باقاعدہ رپورٹیں آنی شروع نہ ہوئیں تو ان تمام جماعتوں کا نام اخبار بدر میں شائع کرتے ہوئے ایک فہرست حضور ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں بھجوا دی جائے گی۔

نوٹ:- اگر ابھی تک کسی جماعت میں سیکرٹری تعلیم و تربیت نہ ہو تو جلد انتخاب کر کے نظارت ہذا سے منظوری حاصل کر لیں۔ اور اگر کسی جماعت میں ابھی تک فارم نہ پہنچے ہوں تو وہ فوراً اطلاع دے کر نظارت ہذا سے منگوا لیں۔

ناظر تعلیم و تربیت قادیان

چھتیس ۳۶ سال قادیان میں!

از مکرم خواجہ غلام نبی صاحب سابق ایڈیٹر الفضل.

خلافتِ ثانیہ کے قیام کے ساتھ ہی چونکہ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھیوں کی جن کی تعداد اگرچہ نہایت قلیل تھی۔ مخالفانہ اور معاندانہ کوششیں بہت بڑھ گئی تھیں۔ اور تمام جماعت کو اصل حقیقت سے آگاہ کرنے اور صحیح و سیدھا رستہ بتانے کا کام بہت اہمیت اختیار کر گیا تھا۔ اس لئے خلافت کی سلک میں منسلک ہونے والوں کی سرگرمیاں اور مدافعانہ جدوجہد میں بھی غیر معمولی اضافہ ہو گیا تھا۔ اور ہر چھوٹا بڑا دن رات مشین کی طرح کام کرتا نظر آتا تھا۔ میں اگرچہ کسی قابل نہ تھا تاہم میرے دل میں بھی بڑی خواہش پیدا ہوتی۔ کہ کاش میں بھی کچھ کر سکتا۔ خدا تعالےٰ کو میری یہ التجاء کچھ ایسی پسند آئی۔ کہ جلدی ہی اس کی قبولیت کے آثار پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ چنانچہ ابھی مارچ کا مہینہ ختم نہ ہونے پایا تھا کہ ایک دن محترم قاضی اکمل صاحب نے مجھے کہا۔ اگر تم دفتر الفضل میں کام کرنا چاہو۔ تو میں اس کا انتظام کر دوں۔ مجھے کیا چاہیئے تھا۔ میں فوراً تیار ہو گیا۔ اور وہ مجھے ساتھ لے کر دفتر الفضل میں چھوڑ آئے۔ اور اخبار کی چٹیں بنانے کا کام میرے سپرد کر آئے۔ میں یہ کام پہلے دفتر تشحیذ اور دفتر ریویو میں کر چکا تھا۔ اس لئے میرے لئے نیا اور مشکل نہ تھا۔ میں نے عمدگی سے کرنا شروع کر دیا۔ اور میرا کافی وقت بچ جاتا تھا۔ چند ہی روز کے بعد محترم قاضی صاحب نے مجھے کہا۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ میں جو درس القرآن روزانہ مسجد اقصےٰ میں دیتا ہوں۔ وہ مرتب کر کے "الفضل" میں شائع کرنے کا انتظام کیا جائے۔ اور تم وہ درس لکھا کرو۔ اور مرتب کر کے اخبار میں شائع کرنے کے لئے مجھے دے دیا کرو۔ مکرم قاضی صاحب کی یہ تجویز سن کر میں حیرت زدہ ہو گیا۔ کیونکہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ آ سکتا تھا کہ حضرت امیر المومنین کی تقریر اور وہ بھی قرآن کریم کے معارف پر مشتمل تقریر کا کچھ حصہ بھی میں اس قابل لکھ سکوں گا۔ جو اخبار میں شائع ہو سکے۔ قاضی صاحب نے مجھے بہت ہمت دلائی۔ اور ہر قسم کی امداد دینے کا وعدہ کیا۔ وہ خود سلسلہ کے اچھے زود نویس اور تقاریر قلم بند کرنے والے تھے۔ اور سالہا سال سے یہ کام اخبار "بدر" میں کر چکے تھے۔ اخبار "الفضل" میں انہی کے قلم بند کردہ خطبات جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ شائع ہوتے تھے۔ اخبار "بدر" میں انہوں نے خاص اہتمام سے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے درس قرآن کے نوٹ سورہ فاتحہ سے لے کر سورہ والناس تک کے شائع کئے تھے۔ لیکن اول تو حضرت خلیفۃ المسیح اول رضہ کا طرزِ بیان قلّ و دلّ کا رنگ رکھتا تھا۔ دوسرے نوٹ اور مختصر ہو گئے تھے۔ تیسرے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضہ نسبتاً آہستہ تقریر فرماتے تھے۔ چوتھے جہاں مشکل پیش آئی۔ وہاں خاموشی اختیار کر لی گئی۔ ان امور کے پیش نظر حضور کے درس القرآن کے نوٹ مرتب کرنا نسبتاً آسان تھا۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بڑی روانی سے بہت تیز تقریر فرماتے۔ پھر آپ نے اس مقام سے درس القرآن شروع فرمایا تھا۔ جہاں حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ بیماری کے انتہا کو پہنچ جانے کی وجہ سے درس دینے سے معذور ہو گئے تھے۔ اور وہ ستائیسویں پارے کا آخر تھا۔ اور آخری پارے نسبتاً زیادہ مشکل ہیں۔ اس لئے میں حضور کے درس کے نوٹ مرتب کرنا اپنے لئے ناممکن خیال کرتا تھا۔ علاوہ ازیں میری علمیت اور تجربہ بوجہ کم عمری بہت محدود تھا۔ قرآن کریم کے صرف معنی پر بھی مجھے پورا عبور نہ تھا۔ اس لئے میں بہت گھبرایا۔ مگر قاضی صاحب نے مجھے آمادہ کر ہی لیا۔ اور میں یہ خیال کر کے کہ جو بات میری سمجھ میں نہ آئے گی۔ اور جسے میں نہ لکھ سکوں گا۔ اسے چھوڑ دوں گا۔ تیار ہو گیا۔ اور کاپی پنسل لے کر درس میں جا بیٹھا۔ مجھے یاد ہے۔ کہ پہلے دن میں نے جو کچھ لکھا وہ کچھ بھی میری سمجھ میں نہ آیا۔ لیکن درس کے ختم ہونے کے معاً بعد میں نے اسے مرتب کرنے کی کوشش کی۔ اور جو کچھ لکھا صبح سویرے ہی لے کر جناب قاضی صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت یہ بڑی آسانی اور سہولت حاصل تھی کہ دن رات کے کسی وقت بھی سلسلہ کے کسی بڑے سے بڑے معروف کارکن کی خدمت میں بھی سلسلہ کا کوئی کام لے کر حاضر ہو۔ تو وہ بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ کر دیتے تھے۔ جناب قاضی صاحب نے فوراً ہی اسکی تصحیح فرما دی۔ جو کوئی زیادہ نہ تھی۔ تاہم میں نے سارے مضمون کو دوبارہ لکھا۔ چونکہ خلافت ثانیہ کے ابتدائی ایام تھے۔ اور روزانہ اکثر احباب حضور کی زیارت اور بیعت کے لئے آتے تھے۔ حالات سناتے تھے۔ نیز بذریعہ ڈاک بھی اہم اور ضروری کوائف بکثرت حضور کی خدمت میں پہنچتے تھے۔ اس لئے حضور روزانہ اسی اس بالا خانہ میں جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے مکان کے اوپر تھا۔ اور پھر مسجد مبارک میں صبح کے وقت کھلی اور عام مجلس فرماتے۔ خدام کو ملاقات کا موقع عطا کرتے۔ اور گفتگو فرماتے۔ ڈاک کا مطالعہ فرماتے۔ کارکنوں کو ضروری ہدایات دیتے۔ میں بھی چھوٹی سی کاپی پر چند سطریں لکھ کر لے گیا۔ اور موقع پا کر حضور کی خدمت میں ڈرتے ڈرتے وہ کاپی پیش کر دی کیونکہ میرا خیال تھا کہ قریباً ایک گھنٹہ کا درس جو بڑے تیز دھارے کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہوا تھا چند سطروں اور ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں لکھ کر پیش کرنا درس کا منہ چڑانے سے زیادہ وقعت نہ رکھتا۔ اور حضور دیکھتے ہی اسے ناپسند فرما دیں گے۔ لیکن خدا تعالےٰ کے محبوب بندوں میں کس قدر پردہ پوشی۔ ذرہ نوازی اور حوصلہ افزائی کا ملکہ ہوتا ہے۔ حضور نے میری اس وقت کی حالت پر نظر فرماتے ہوئے کاپی مجھ سے لے لی۔ اور فوراً ہی اپنا قلم نکال کر اصلاح فرمانی شروع کر دی۔ یہ دیکھ کر میرا خوف و خطر مبدل بخوشی ہو گیا۔ ہمت اور دلیری بڑھ گئی۔ تھوڑی ہی دیر بعد حضور نے کاپی مجھے عنایت کرتے ہوئے فرمایا۔ قاضی صاحب سے کہو چھاپ دیں۔ چنانچہ میں خوشی خوشی ان کے پاس لے گیا۔ اور یہ دیکھ کر کہ حضور نے خود تصحیح فرمائی ہے۔ قاضی صاحب بھی بہت خوش ہوئے۔ اور مجھے مبارک دی۔ اس وقت اگر خدانخواستہ حضور میری لکھی ہوئی سطور ناپسند فرما دیتے۔ تو نہ معلوم میری زندگی کا رُخ کس طرف مڑ جاتا۔ اور میں اس خدمت کے قریب بھی نہ پہنچ سکتا۔ جو قادیان کی ۳۶ سالہ زندگی میں ادا کرنے کی توفیق ملی۔ الحمد للہ علےٰ ذالک۔

میری اس حالت سے یہ بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ خلافتِ ثانیہ کا آغاز کن حالات میں ہوا۔ اگرچہ خدا تعالےٰ کے فضل سے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے خدام میں ایسے جاں نثار بھی شامل تھے۔ جو ہر لحاظ سے بہترین قابلیت رکھتے تھے۔ اور بڑے اخلاص اور محبت سے دن رات کرتے ہیں خوشی اور انبساط محسوس کرتے تھے۔ لیکن اندرونی اور بیرونی شدید مخالفت کے مقابلہ میں ان کی تعداد آٹے میں نمک کی حیثیت بھی نہ رکھتی تھی۔ اسلئے مجھ جیسی قابلیت اور اہلیت والوں کو بھی کچھ نہ کچھ کام کرنے کا موقع دے دیا جاتا تھا۔ دراصل خدا تعالےٰ یہ دکھانا چاہتا تھا۔ کہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ اور جو کچھ ہو گا۔ محض اس کی تائید اور نصرت سے ہو گا۔ کیونکہ یہ خدا تعالےٰ کا کاروبار ہے۔ انسانی نہیں۔

جناب قاضی صاحب نے میرے لکھے ہوئے درس القرآن کے یہ نوٹ "الفضل" میں شائع کر دیئے۔ یہ میری پہلی تحریر تھی۔ جو "الفضل" میں شائع ہوئی۔ میں روزانہ بڑے شوق اور پورے انہماک سے جو کچھ لکھ سکتا۔ لکھتا۔ راتوں رات مرتب کرتا۔ درس نماز عصر کے بعد مسجد اقصےٰ میں مغرب کی نماز تک ہوتا۔ اس لئے مجھے جلد از جلد رات کو ہی مرتب کرنے کا موقع ملتا۔ جناب قاضی صاحب سے درست کراتا۔ حضور کی خدمت اقدس میں پیش کرتا۔ حضور اصلاح فرما دیتے۔ اور "الفضل" میں شائع ہو جاتا۔ اس طرح چند ہی روز گذرے تھے۔ کہ ایک دن نوٹوں والی کاپی ملاحظہ کرنے کے بعد مجھے عنایت فرماتے ہوئے حضور نے فرمایا۔ آئندہ نوٹ نہیں بلکہ مفصل درس لکھا کرو۔ یہ سن کر پھر مجھ پر خوف طاری ہوا۔ کہ مفصل درس میں کیونکر لکھ سکوں گا جناب قاضی سے رجوع کیا۔ انہوں نے حسب معمول ہمت بندھائی اور تسلی دی۔ اور اس بات سے بھی مجھے بہت کچھ جرأت حاصل ہوئی۔ کہ حضور خود میرے لکھے ہوئے نوٹوں کی تصحیح فرماتے ہیں۔ اور وہ اخبار میں شائع ہو رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے حضور کا درس القرآن مفصل لکھنا شروع کر دیا۔ حتی کہ جن آیات کے حضور صرف معنی بیان فرماتے۔ تفسیر و تشریح نہ کرتے۔ ان کے معنی نوٹ کر لیتا۔ پہلے دن جب میں نے اس طرح مفصل درس لکھ کر پیش کیا۔ تو حضور نے اسکی بھی تصحیح فرما دی۔ اور مجھے کسی قدر اطمینان حاصل ہوا۔ اتفاق کی بات ہے۔ کہ اٹھائیسویں پارہ کے بالکل ابتداء سے میں نے مفصل درس لکھنا شروع کیا۔ چنانچہ ۲۸-۲۹-۳۰ پاروں کا مفصل درس میرا لکھا ہوا "الفضل" میں شائع ہوا۔ اس کے بعد حضور پھر شروع سے درس دینے لگے۔ اور میں اسے قلم بند کرنے کی سعادت حاصل کرنے لگا۔ پہلے پارہ کا کچھ حصہ "الفضل" میں بڑے اہتمام سے شائع بھی ہوا اور پانچ سو کاپیاں زائد بھی چھپوائی جائیں۔ لیکن بعد میں کثرت مصروفیت اور صحت کی خرابی کی وجہ سے حضور مسودہ پر نظر ثانی نہ فرما سکتے۔ اس

جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان اور ان کی مالی ذمہ واریاں

یکم مئی ۱۹۵۱ء سے ۳۰ اپریل ۱۹۵۲ء تک جماعتوں کے بجٹ اور انکی طرف سے اس کے مقابل پر وصول شدہ چندوں اور ۳۰ اپریل ۵۲ء کو جو بقایا انکے ذمہ رہ جاتا ہے اسکی فہرست جملہ جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کی اطلاع کیلئے ذیل میں شائع کرائی جا رہی ہے اگر کسی جماعت کے نزدیک انکے حساب اور اس حساب میں کوئی فرق ہو تو اسکی اصلاح کریں۔ بقایا دار جماعتوں کے عہدہ داروں کو چاہیئے کہ وہ اپنی جماعت کے بقایا داروں کو لازمی چندہ جات کی اہمیت کی طرف سے توجہ دلاتے ہوئے ذمہ کے بقایا کو جلد از جلد ادا کرنے کی طرف توجہ دلائیں۔ اور کوشش کریں کہ ان کی جماعت کے ذمہ بقایا بالکل صاف ہو جائے۔ سال حال یعنی مئی ۱۹۵۲ء سے اپریل ۱۹۵۳ء تک کے بجٹوں کی تفصیل تمام جماعتوں کو بھجوائی جا چکی ہے۔ عہدہ داران کو چاہیئے کہ وہ ابھی سے اس رنگ میں جد و جہد کریں کہ ان کا بجٹ آخر مالی سال تک سو فیصدی پورا ہو جائے۔ اور ان کے ذمہ کوئی بقایا نہ رہے۔ اگر چندہ دہندگان اور عہدہ داران پورے طور پر کوشش کریں اور مستعدی سے کام لیں اور ماہوار باقاعدگی سے چندہ جات کی ادائیگی ہوتی رہے تو پھر بقایا جات قائم نہیں رہ سکتے۔ اسوقت سلسلہ جن نازک مراحل میں سے گذر رہا ہے وہ اظہر من الشمس ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے فرائض کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے پہلے سے زیادہ جوش، ہمت اور رغبت کے ساتھ مالی قربانیوں میں حصہ لیں تاہم ان انعامات کے مستحق ثابت ہوں جو اس موقعہ پر خدائی انعامات کو حاصل کرنے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے اور اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی پسندیدہ جماعت ثابت کرنے کیلئے مقدر ہیں۔ (ناظر بیت المال قادیان)

نام جماعت	بجٹ ۱۹۵۱-۵۲ء: چندہ عام حصہ آمد و بقایا	چندہ جلسہ سالانہ	چندہ تحریک ستمبر	میزان	وصولی سالانہ: چندہ عام حصہ آمد و بقایا	چندہ جلسہ سالانہ	چندہ تحریک ستمبر	میزان	بقایا: چندہ عام حصہ آمد و بقایا	چندہ جلسہ سالانہ	چندہ تحریک ستمبر	میزان	کیفیت
دہلی	۱۶۵۹-۵-۰	۶۰-۰-۰	۲۵-۰-۰	۱۷۴۴-۵-۰	۳۰۲-۸-۰	۱۳-۰-۰	۴۰-۰-۰	۳۵۵-۸-۰	۱۳۵۶-۱۳-۰	۴۷-۰-۰	۵-۰-۰	۱۳۹۸-۱۳-۰	
بریلی	۱۴۰۴-۴-۰	۷۱-۴-۰	-	۱۴۷۵-۸-۰	۵۱۴-۰-۰	۴۲-۶-۰	-	۵۵۶-۶-۰	۸۹۰-۴-۰	۲۸-۱۴-۰	-	۹۱۹-۲-۰	
بجوپورہ	۱۷۹-۴-۰	۱۴-۱۲-۰	-	۱۹۴-۰-۰	۱۳-۰-۰	۳-۴-۰	-	۱۶-۴-۰	۱۶۶-۴-۰	۱۱-۸-۰	-	۱۷۷-۱۲-۰	
شاہجہانپور	۲۴۲۹-۶-۰	۱۳۸-۴-۰	-	۲۵۶۷-۱۰-۰	۶۶۶-۵-۰	۲۹-۸-۰	-	۶۹۵-۱۳-۰	۱۷۶۳-۱-۰	۱۰۸-۱۲-۰	-	۱۸۷۱-۱۳-۰	
انبیٹہ	۱۰۴۷-۱۵-۰	۵۷-۴-۰	۳۰-۸-۰	۱۱۳۳-۱۱-۰	۸۵-۸-۰	-	-	۸۵-۸-۰	۹۶۲-۷-۰	۵۷-۴-۰	۲۸-۸-۰	۱۰۴۸-۳-۰	
لکھنؤ	۳۵۷۸-۲-۰	۱۲۲-۸-۰	۲۴۳۵-۰-۰	۴۱۳۵-۱۰-۰	۱۹۷۴-۸-۰	۷-۰-۰	۴۰۰-۰-۰	۲۳۸۱-۸-۰	۱۶۰۳-۱۰-۰	۱۱۵-۸-۰	۲۰۳۵-۰-۰	۳۷۵۴-۲-۰	
سانسی	۳۷۲-۰-۰	۲۴-۱۱-۰	۵۶-۳-۰	۴۵۲-۱۴-۰	۸۸-۸-۰	۳۳-۹-۰	۸۵-۴-۰	۲۰۷-۵-۰	۲۸۳-۸-۰	۸-۱۴-۰	۲۹-۱-۰	۲۴۵-۹-۰	
علیگڑھ	۱۰۴۱-۲-۰	۴۲-۰-۰	-	۱۰۸۳-۲-۰	۲۰۲-۱۴-۰	-	۲۰۰-۰-۰	۴۰۲-۱۴-۰	۸۳۸-۴-۰	۴۲-۰-۰	-	۸۸۰-۴-۰	
جے پور	۲۰۲۱-۶-۰	۲۳۳-۰-۰	۲۰۲-۸-۰	۲۴۵۶-۱۴-۰	۲۰۲۱-۱۴-۰	۱۸۰-۸-۰	۳۶۰-۰-۰	۲۵۶۲-۶-۰	--۸-۰	۵۲-۸-۰	۱۵۷-۸-۰	۱۰۵-۸-۰	
اٹاوہ	۲۰۰-۲-۰	۱۷-۱۲-۰	-	۲۱۷-۱۴-۰	۲۶-۸-۰	۵-۸-۰	-	۳۲-۰-۰	۱۷۳-۱۰-۰	۱۲-۴-۰	-	۱۸۵-۱۴-۰	
میرٹھ	۸۲۳-۰-۰	۳۸-۱۲-۰	-	۸۶۱-۱۲-۰	۱۳-۰-۰	۲۲-۰-۰	-	۳۵-۰-۰	۸۱۱-۰-۰	۱۵-۱۲-۰	-	۸۲۶-۱۲-۰	
سردار نگر	۱۵۴-۴-۰	۹-۰-۰	-	۱۶۳-۴-۰	۵۲-۳-۰	۱۴-۳-۰	-	۶۶-۶-۰	۱۰۲-۱-۰	۵-۳-۰	-	۹۶-۱۴-۰	
کانپور	۲۲۴۲-۴-۰	۵۵-۰-۰	-	۲۲۹۷-۴-۰	۶۵۶-۰-۰	۱۰-۱۲-۰	-	۶۶۶-۱۲-۰	۱۵۸۶-۴-۰	۴۴-۴-۰	-	۱۶۳۰-۰-۰	
رائے مسکرا	۱۷۴۳-۷-۰	۷۳-۸-۹	۴۴۳-۰-۰	۲۲۵۹-۱۵-۹	۲۹۷-۱۴-۰	۴۸-۶-۰	۳۵۳-۰-۰	۶۹۹-۴-۰	۱۴۴۵-۹-۰	۲۵-۲-۹	۹۰-۰-۰	۱۵۶۰-۱۱-۹	
بنارس	۱۲۵۵-۱۱-۹	۵۸-۳-۳	-	۱۳۱۳-۱۵-۰	۱۷۵-۱۰-۰	۵-۰-۰	-	۱۸۰-۱۰-۰	۱۰۸۰-۱-۹	۵۳-۳-۳	-	۱۱۳۳-۵-۰	
علی پور کھیڑہ	۷۹۲-۱۲-۰	۳۳-۰-۰	-	۸۲۵-۱۲-۰	۹۷-۰-۰	۶-۳-۰	-	۱۰۳-۳-۰	۶۹۵-۱۲-۰	۲۶-۱۳-۰	-	۷۲۲-۹-۰	
امروہہ	۱۵۱۲-۱۲-۰	۳۲-۶-۶	-	۱۵۴۵-۳-۶	۱۶۶-۸-۰	-	-	۱۶۶-۸-۰	۱۳۴۶-۵-۰	۳۲-۶-۶	-	۱۳۷۸-۱۱-۶	

وجہ سے درس کی اشاعت جاری نہ رہ سکی۔ تاہم میں لکھتا رہا جو بہت ہی مجلد کاپیوں میں تھا۔ آخر حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ نے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ کرنے کے سلسلہ میں مجھ سے لے لیں۔ بعض اوقات میں نے درس القرآن کے متعلق احباب کی دلچسپی کو دیکھ کر یہ جرأت بھی کی۔ کہ درس کے مختصر نوٹ اپنی ذمہ داری پر شائع کرنا شروع کر دیا۔ اور مختلف اوقات میں میں نے اس طرح بعض حصے الفضل میں شائع کئے۔ سورہ نور کے مکمل اور مفصل نوٹ "حقائق القرآن" کے نام سے کتابی شکل میں بھی شائع کئے۔ کیونکہ اس مسودہ میں خوف کا ذکر تھا۔ اور حضور نے نہایت لطیف تفسیر فرمائی تھی۔ خدا کے فضل سے اس جرأت میں کسی قابل گرفت غلطی سے محفوظ رہا۔ لیکن عام طور پر میں تفسیر القرآن کے اس نہایت نازک کام سے جو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوتا تھا بچنے کی کوشش کرتا۔

ابتداء میں جبکہ میں نے درس القرآن لکھنا شروع کیا۔ اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ اسکی تصحیح فرماتے تھے۔ یہ آخری تین پاروں کے اصل مسودے میں نے بڑی احتیاط سے جلد کرا کر رکھے ہوئے تھے۔ مقدس یادگار کے علاوہ اس سے یہ بھی اندازہ ہو سکتا تھا کہ ابتداء میں میں نے کس قدر مرتب کیا اور پھر کس طرح روز بروز ترقی ہوتی گئی۔ لیکن افسوس یہ مقدس اور قیمتی قلمی تحریروں کا مجموعہ بھی قادیان سے محروم ہوتے وقت ضائع ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

درس القرآن کے علاوہ مجھے سالہا سال تک حضور کے خطبات جمعہ، خطبات نکاح، دیگر مواقع اور تقاریب کی تقریریں، سالانہ جلسہ کی تقریریں، مجلس مشاورت میں حضور کی تقریریں، مجلس عرفان کی ڈائری، یہ مجلس بعد نماز مغرب تا عشاء منعقد ہوتی اور صبح سویرے شائع ہونے والے اخبار "الفضل" میں اسکی ڈائری شائع ہو جاتی، قلم بند کر کے شائع کرنے کی توفیق ملی۔ آخر سالہا سال یہ کام کرنے کے بعد میرے دائیں بازو میں کسی قدر کمزوری پیدا ہو گئی۔ بلکہ دائیاں پہلو سارے کا سارا کمزوری محسوس کرنے لگا۔ اس پہلو پر سونا میرے لئے محال ہو گیا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اس عرصہ میں اور اصحاب پیدا کر دیئے۔ جنہوں نے یہ کام سنبھال لیا۔ چنانچہ مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل اور شیخ [illegible] میرے اسسٹنٹ تھے۔ اور

مجھے سوائے کسی اشد مجبوری کے اس سے فارغ کر دیا گیا۔ گو میں خدا کے فضل سے بالکل معذور اس کام سے ابھی نہیں ہوں لیکن پہلی سی بات کہاں۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کے رؤیا و کشوف بقیہ صفحہ ۸

رات کے گذرنے کے بعد یہ الفاظ بار بار مجھے یاد آتے رہے باقی آئتیں جو پڑھتا رہا وہ مجھے یاد نہیں رہیں صبح کے وقت میرا خیال یہ تھا کہ شاید یہ حضرت نوحؑ کی دعاؤں میں سے ہے۔ مگر جب قرآن شریف کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں میں سے ہے جو آبادیٔ مکہ کے وقت آپ نے مانگیں۔ اسوقت وہ اپنی اولاد کے لئے اور مکہ کے رہنے والوں کے لئے دعائیں کرتے وقت ان کے ایمان کے لئے بھی دعا کرتے ہیں اور ان کے رزق کے لئے بھی دعا کرتے ہیں۔ ایمان کی دعامیں وہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کو شرک سے بچایا جائے اور بتوں کے اثر سے محفوظ رکھا جائے اور اس تسلسل میں وہ فرماتے ہیں۔

رَبِّ اِنَّھُنَّ اَضْلَلْنَ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ

خدایا ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے تو ان کے اثر سے میری اولاد اور مکہ کے رہنے والوں کو بچا۔

دوسری دعا جو بار بار میری زبان پر جاری ہوئی اور جو گویا ساری رات پہلی دعا کے ساتھ مل کر زبان پر جاری ہوتی رہی یعنی کبھی وہ جاری ہو جاتی تھی کبھی یہ۔ وہ یہ تھی کہ

رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ (انبیاء ع ۶ پ ۱۷)

اے خدا تو مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے اچھا وارث ہے۔

یہ دونوں دعائیں جو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے میری زبان پر جاری کی ہیں نہایت مبارک ہیں پہلی دعا میں جماعت کی حفاظت اور ربوہ کی حفاظت کا ایک رنگ میں وعدہ کیا گیا ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی رنگ میں اس مرکز کو توحید کے قیام کا ذریعہ بنائے گا۔ اور دوسری دعا میں جماعت کی ترقی کی طرف اشارہ ہے اور دشمنوں کے ظلم سے بچانے کی طرف بھی اشارہ ہے۔

(۸)

میں نے دیکھا کہ قادیان میں ہوں اور ایک چارپائی پر لیٹا ہوا ہوں اور سامنے فرش پر ایک سکھ اور دو تین ہندو بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں ان سے مذاقیہ کہتا ہوں کہ آپ لوگوں نے تو اردو کو تباہ کرنے کی بہت کوشش کی مگر یہ پنجابی زبان اردو سے ملتی جلتی ہے کہ اس کی وجہ سے آپ اسے مٹا نہیں سکے۔ اس پر سکھ اٹھ کر میرے پلنگ کے پاس آگیا اور بڑے زور سے کہنے لگا کہ دیکھئے ہم لوگ تو پنجابی کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ اور اسی طرح اردو کی بھی مدد کر رہے ہیں۔ مگر یہ ہندو مخالفت کر رہے ہیں۔ مگر ہندو بولے نہیں نہیں ہم ایسا نہیں کر رہے مگر میں مذاق کے رنگ میں انہیں طعن کرتا گیا۔ اور اسی میں آنکھ کھل گئی۔

(۹)

دو دن ہوئے میں نے دیکھا کہ عصر کا وقت ہے۔ یکدم مجھے خیال آیا کہ مدینہ ہو آئیں۔ پھر خیال آیا کہ حج بھی کرتے آئیں۔ کیا ہوا ادھر حج ہو جائے گا۔ اس خیال کے آنے پر میں نے ام ناصر سے کہا کہ میرا سامان تیار کرو۔ اور ساتھ جانے کے لئے ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب عزیزم مرزا حفیظ احمد کو جو میرا بیٹا ہے۔ اور کسی اور بیٹے کو تیار ہونے کو کہا ہے۔ پھر میں نے کہا کہ ناصرہ بیگم جو میری بیٹی ہے۔ اسے بھی بلوالو۔ کہ وہ بھی جاتے ہوئے مجھے مل لے۔ اسباب تیار ہو رہا ہے اور سورج ایک نیزہ اوپر نظر آتا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ ہم نے ابھی روانہ ہونا ہے کہ میری آنکھ کھل گئی۔

آنکھ کھلتے وقت میری زبان پر یہ آیت جاری تھی۔ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ

مجھے یاد نہیں کہ اس سے پہلے کبھی مجھے اپنی وفات کے بارہ میں کوئی اشارہ ہوا ہو۔ یہ الفاظ یا تو میری عمر کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یا پھر زیارت مدینہ کے خیال کی وجہ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی طرف کہ فاقول کما قال عبد الصالح فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم۔ (الفضل)

امتحان کتب سلسلہ

قبل ازیں بذریعہ اخبار بدر و بذریعہ خطوط جماعتوں کو اس امر کی اطلاع دی گئی تھی کہ مورخہ ۲۸ ستمبر ۱۹۵۲ء کو کتاب نور القرآن حصہ دوم اور توضیح مرام کا امتحان ہوگا۔ لہٰذا اس میں شامل ہونیوالے افراد کی فہرست ارسال کریں لیکن تاحال صرف ایک جماعت کی طرف سے ایسی فہرست موصول ہوئی ہے جملہ صدر صاحبان اس طرف فوری توجہ فرما کر فہرست جلد از جلد ارسال کریں۔ (ناظر تعلیم و تربیت قادیان)

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ نبوت بقیہ صفحہ ۲

قرار دیا گیا ہے اور خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے ہیں اسلئے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا لیکن غور کیا جاوے تو اسی دلیل سے نبوت کا دروازہ کھلا ثابت ہوتا ہے۔ وہ اس طرح کہ عربی لغت اور محاورہ کی رو سے "خاتم النبیین" کے معنی آخری نبی کے ہرگز نہیں بلکہ نبیوں کی مُہر کے ہیں۔ کیونکہ "خاتم" کا لفظ جو "ت" کی فتح سے ہے اسکے معنے عربی میں ایسی مُہر کے ہوتے ہیں جو تصدیق وغیرہ کی غرض سے کسی دستاویز پر لگائی جاتی ہے پس نبیوں کی مُہر سے یہ مُراد ہوا کہ آئندہ کوئی شخص جس کے ساتھ محمد رسول اللہ صلعم کی تصدیقی مہر نہ ہو خدائی دربار سے کوئی رُوحانی انعام حاصل نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر یہ مُہر اسے حاصل ہو جائے تو عام انعامات تو درکنار نبوت کا انعام بھی انسان کو مل سکتا ہے پس یہی آیت جسے غلط صورت دے کر نبوت کے دروازہ کو بند کرنے والا قرار دے لیا گیا ہے۔ درحقیقت نبوت کے دروازہ کو کھول رہی ہے۔

اسی طرح حدیث میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ لا نبی بعدی۔ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ اب نبوت کا دروازہ کلی طور پر بند ہے۔ حالانکہ اس سے صرف یہ مراد ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد شریعت والی نبوت کا دروازہ بند ہے۔ کیونکہ وہی ایسی نبوت ہے جس کے متعلق "بعد" کا لفظ استعمال ہو سکتا ہے ورنہ ظلی نبوت اور تابع نبوت تو دراصل آنحضرت صلعم کی نبوت ہی کا حصہ ہے اور اس کا اندر شامل ہے نہ کہ اسکے بعد۔ خوب غور کرو کہ بعد میں آنیوالی چیز اسی کو کہا جاتا ہے کہ جو سابقہ چیز کے اُٹھ جانے یا ختم ہو جانے کے بعد آئے لیکن جو چیز سابقہ سلسلہ کے اندر ہی پروئی ہوئی ہو اور اس کا حصہ بن کر آئے۔ اسکے متعلق بعد کا لفظ نہیں بولا جا سکتا پس اس حدیث میں آنحضرت صلعم کا یہ فرمانا کہ "میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا" صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہاں ایسا نبی مراد ہے جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرکے ایک نئے دور کا آغاز کرنے والا ہو۔ الغرض جن قرآنی آیات اور احادیث سے نبوت کے بند کرنے کی تائید میں سہارا ڈھونڈھا جاتا ہے وہی نبوت کے دروازہ کو کھلا ثابت کرتی ہیں۔

مگر حضرت مسیح موعود نے صرف منفی قسم کے دلائل سے ہی اپنے دعویٰ کو قائم نہیں کیا بلکہ متعدد قرآنی آیات اور احادیث سے اس بات کو ثابت کیا کہ بیشک شریعت والی نبوت اور مستقل نبوت کا دروازہ تو ضرور بند ہے مگر ظلی اور غیر تشریعی نبوت کا دروازہ بند نہیں بلکہ یہ دروازہ قیامت تک کھلا ہے اور اس کے کھلا رہنے میں ہی اسلام کی زندگی اور آنحضرت صلعم کی شان کا اظہار ہے۔ مثلاً حضرت مسیح موعودؑ نے ثابت کیا کہ ایک طرف تو قرآن شریف مسلمانوں کو یہ دعا سکھاتا ہے کہ تم مجھ سے اُن تمام روحانی انعامات کے حصول کیلئے دعا کیا کرو جو پہلی امتوں پر ہوتے رہے ہیں۔ اور دوسری طرف قرآن شریف یہ بتاتا ہے کہ نبوت خدا کے اُن اعلیٰ ترین انعاموں میں سے ہے۔ جو پہلے لوگوں کو ملتے رہے ہیں۔ پس ایک طرف ہر قسم کے انعاموں کے مانگنے کی دعا سکھانا اور دوسری طرف یہ بتانا کہ انعام سے نبوت وغیرہ کے انعامات مراد ہیں صاف ظاہر کرتا ہے کہ اسلام میں نبوت کا دروازہ کھلا ہے ورنہ نعوذ باللہ یہ ماننا پڑیگا کہ خدا نے ایک طرف تو سوال کرنا سکھایا اور دوسری طرف ساتھ ہی یہ اعلان کر دیا کہ اس سوال کو قبول نہیں کیا جائیگا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے ثابت کیا کہ آنحضرت صلعم کی متعدد احادیث میں آنے والے مسیح کو نبی کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ اور جب یہ ثابت ہے کہ آنیوالا مسیح گذرے ہوئے مسیح سے جُدا ہے۔ تو لامحالہ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ الغرض حضرت مسیح موعودؑ نے نبوت کے مسئلہ کے متعلق اپنی کتب میں نہایت سیر کن بحث فرمائی ہے۔ اور اس ذیل میں مندرجہ ذیل امور پر زبردست روشنی ڈالی ہے۔

(۱) یہ کہ نبوت کے جو معنی موجودالوقت مسلمانوں میں سمجھے گئے ہیں یعنی یہ کہ نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ کوئی نئی شریعت لائے یا کم از کم یہ کہ کسی سابقہ نبی سے فیض یافتہ نہ ہو یہ درست نہیں بلکہ نبوت سے مراد ایسا مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہے جو کامل اور مصفّٰی ہونیکے علاوہ کثرت کے ساتھ غیب کی خبروں پر مشتمل ہو۔ پس ایک شخص نئی شریعت کے لانے کے بغیر سابقہ نبی کے فیض سے اور اس کی اتباع میں ہو کر نبوت کا انعام حاصل کر سکتا ہے۔ مگر بہرحال یہ ضروری ہے۔ کہ اسے خدا کی طرف سے نبی کا نام دیا جائے۔

(باقی باقی) (سلسلہ احمدیہ)

ضروری گذارش

اخبار کے بروقت نہ ملنے یا خریداری وترسیل زر کے متعلق بجائے ایڈیٹر کے منیجر اخبار بدر کو تحریر فرمایا کریں

درخواست دعا:۔ نذیر احمد صاحب درویش کے والد ماجد رستم علی صاحب رضعہ بخار سخت بیمار ہیں احباب انکی کامل و عاجل صحت کیلئے دعا فرمائیں۔